



جامعہ دارالعلومی
lahore کا ترجمان

دَارُ الْتِقْوَىٰ

۱۴۴۱

۲۰۲۰ء

Shawal

جنون

اقلیتی کیشن۔ حکومت ہوش کے ناخن لے

چند بڑے گناہوں میں سے ایک گناہ نماز نہ پڑھنا

تقسیم میراث اور اصلاح رسم

حضرت قاری حاجی محمد لطیف "بھی چل بسے"



03004113082

دینی مسائل کے حل اور سوالات کے جوابات کے لیے
دارالافتاء، جامعہ دارالتفوی کی طرف سے واٹس ایپ پر
مستند مفتی حضرات کا ایک پینل
آن لائن

اوقات کار: صبح 8 تا نماز عشاء



جامعہ دارالتفوی کی جانب سے
واٹس ایپ (whatsapp) پر
دینی معلومات کا سلسلہ
جاری ہے۔

آپ کھی اپنے واٹس ایپ پر دینی معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

دینی معلومات حاصل کرنے کے لیے

اپنے واٹس ایپ سے RINFO لکھ کر 03222333224 پر بھیجیں۔

تیکھان جامعہ دارالتحفظی لاهور

ماہنامہ دارالتحفظی لاہور

حضرت اقدس ذکر مفتی عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بدعا

شمارہ 10 شوال ۱۴۳۱ھ -- جلد 9

نیپر پرستی

حضرت مولانا عثمان صاحب

مجلس مشاورت

حضرت مولانا عمر شید صاحب

حضرت مولانا یوسف خان صاحب مدظلہ



حضرت مولانا اویس احمد صاحب

مدیر



مولانا عبدالودود ربانی

مدیر مسئول



مفتی محمد اسماء مولانا ذوالکفل

مجلس ادارت

ہماں نامہ دارالتحوی

نی شمارہ: ۳۰ روپے
سالانہ بدل خرچ: ۳۵۰ روپے

فہرست

جن 2020

اداریہ
اقلیتی کمیشن۔ حکومت ہوش کے ناخن لے
درس قرآن
مدیر مسول 5

ازواجِ مطہرات مونموں کی مائیں ہیں مفتی عاشق الہی بلند شہری 11
مقالات و مضمایں

نئے عمرانی معاهدے کی ضرورت
مولانا شیخ ولی خان مظفر 15

چند بڑے گناہوں میں سے ایک گناہ نماز نہ پڑھنا مفتی عبدالرؤف سکھروی 19

تقسیمِ میراث اور اصلاحِ رسوم
مفتی ابو فیض عارف محمود 24

صبر و شکر
مفتی محمد فیصل حمید 32

رمضان کے بعد کی زندگی
مولانا محمد حذیفہ ستانوی 40

حضرت قاری حاجی محمد طیفؒ بھی چل بے
عبدالرؤف نفسی 47

”جهان دیدہ“
مفتی محمد تقی عنانی 54

سوائی حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ
مولانا محمد ذکرفل 58

آپ کے مسائل کا حل
دارالافتاء و التحقیق 63

خط و کتابت کا پتہ

دفتر ماہنامہ دارالتحوی
متصل جامع مسجد الہلال
چوبر جی پارک لاہور
سالانہ رسالے کے اجراء کے لیے
مذکورہ پتہ پر منی آرڈر کریں

فون نمبر:
04235967905
03005553616

اس دائرے میں سرخ نشان
مدت خریداری کے قسم ہونے کی علامت ہے

Email Address
monthlydarultaqwa
@gmail.com

مقام اشاعت:

متصل جامع مسجد الہلال
چوبر جی پارک لاہور
بینک اکاؤنٹ نمبر
1001820660001
ٹائل اکاؤنٹ دارالتحوی مٹسٹ
ایم آئی بی برائی گود 159 (مسلم کرشل بینک)
محل: شرکت پر بنگ پر لیں

حرف اویں

اقلیتی کمیشن۔ حکومت ہوش کے ناخن لے

تحریک انصاف کی حکومت کو معرض وجود میں آئے دوسال کا عرصہ ہونے کو ہے اس قلیل عرصے میں حکومتی حلقوں کی طرف سے دانستہ یانا دانستہ قادیانیوں کو کسی نہ کسی طرح نوازنے کی یہ چوتھی کوشش تھی جسے ختم نبوت کے سپاہیوں، باشعور عوام، مذہبی جماعتوں اور حکومتی الائی جماعت مسلم لیگ ق کی قیادت نے بروقت سخت رُعلِ دے کر ناکام بنایا اور حکومت کو ایک مرتبہ پھر اس محاذ پر ہزیریت کا سامنا کرتے ہوئے پسپا ہونا پڑا۔ افسوس موجودہ حکومت نے چوتھی بار ایک ہی طرح کی غلطی کی مرتكب ہو کر یہ تاثر پختہ کیا کہ اسے ختم نبوت کے معاملے پر ملک کی پچانوے فیصلہ مسلم آثاریت کے جذبات و احساسات کا علم ہے نہ قادیانی ٹولے اور ان کے ہمنوا البرلز و سیکولر زکی گھاتوں اور وارداتوں سے شناسائی۔ عاطف میاں کی نامزدگی اور اقلیتی کمیشن میں قادیانیوں کی نمائندگی اس لامعنی کا شاخحانہ ہے۔

ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والی تنظیموں اور دینی جماعتوں کے کان اسی روز کھڑے ہو گئے تھے جب قادیانیوں کے روحاں پیشو اور غلیفہ مرزا مسعود نے ایک ویڈیو میں یہ اکٹشاف کیا تھا کہ عمران خان نے

جب تحریک انصاف کی بنیاد رکھی تو نہ صرف اس زمانے میں مرزا مسرور سے درخواست کی کہ وہ ایکشن میں تحریک انصاف کو ووٹ دیں، بلکہ 2013 کے ایکشن سے قبل، عمران خان نے اپنی جماعت کی ایک عہدہ دار نادیہ رمضان چوہدری کو مرزا مسرور کی بارگاہ میں ایک بار پھر بھیجا اور قادیانی جماعت کی سیاسی حمایت (ووٹ) کا مطالبہ دھرا دیا۔ مرزا مسرور نے عمران خان کی درخواست کو ایک بار پھر یہ کہہ کر رد کر دیا کہ ہم غیر مسلم کی حیثیت سے ووٹ دینا نہیں چاہتے۔ اس ویڈیو کے وائرل ہونے کے بعد عوامی سماجی و مذہبی حلقوں کی طرف سے سخت تشویش کا انٹہار کیا گیا اور تحریک انصاف سے وضاحت طلب کی گئی لیکن اب تک نہ ہی جماعت کی طرف سے کوئی وضاحت پیش کی گئی اور نہ ہی مرزا مسرور کے اس دعویٰ کی تردید کی گئی۔

پھر جب تحریک انصاف اسلام آباد میں دھرنا دیے ہوئے تھی اور دھرنے میں تقریر کے دوران ایک دن جناب عمران خان آئندہ عام انتخابات میں جیت کر اپنی جوزہ کابینہ کے ناموں کی نسبت کشائی فرمائے تھے، اس مجوزہ لسٹ میں جب ایک قادیانی عاطف میاں کا نام معاون برائے اقتصادی امور کے طور پر لیا گیا تو قوم نے اسے سخت ناپسند کیا، عوامی رہنمی کے بعد جناب عمران خان کو وضاحت دینا پڑی کہ انہوں نے ڈاکٹر عاطف کا نام صرف اس لیے ذکر کیا کہ انہوں نے کسی میگزین میں پڑھا تھا کہ وہ تجربہ کا رقمیت دان ہیں۔ حکومت میں آنے کے بعد ایک مرتبہ پھر کوشش کی گئی کہ کسی طرح اسے کابینہ میں شامل کر لیا جائے لیکن غیور عوام نے اس کوشش کو ناکام بنا دیا۔ تحریک انصاف کو شاید اندازہ نہیں کہ عقیدہ ختم نبوت اور عقیدہ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا تحفظ ہر مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے جس پر کوئی سمجھوئہ نہیں کیا جا سکتا۔

یہ بھی ہوا کہ درسی کتب سے خاتم النبیین ﷺ کا لفظ نکال دیا گیا، پھر حج فارم میں ختم نبوت کے حلف نامے میں رو بدلت کی کوشش کی گئی، اس میں بھی ناکامی کے بعد قومی کمیشن برائے اقلیتی میں قادیانی رکن کی نامزدگی کر دی گئی، اقلیتی کمیشن میں قادیانی کی نامزدگی کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا وفاقی وزیر مذہبی امور پیرونور الحلق قادری نے ایک بھی وی کے پروگرام میں گفتگو کرتے ہوئے اس بات کا اعتراف کیا کہ کابینہ اجلاس (جس کی صدارت خود وزیر اعظم کر رہے تھے) میں موجود 6، 5 وزراء دباؤ ڈال رہے تھے کہ قادیانیوں کو اقلیتی کمیشن کی نمائندگی دی جائے، تاہم وہ ڈسکشن تھی فیصلہ نہیں ہوا تھا لیکن بعد ازاں جب اس میئنگ کے منسٹر تیار کئے گئے تو اس میں قادیانیوں کو اقلیتی کمیشن کی نمائندگی دے دی گئی۔

پہلے دن جب قادیانیوں کو اقلیتی کمیشن کی نمائندگی دینے کی خبر میدیا پر چلی تو تحریک انصاف کی سوشل میڈیا ٹیم اور وزراء اسے اپنا قابل فخر کارنا مہ قرار دیتے رہے اور مختلف چینلوں پر بیٹھ کر اس فیصلے کی حمایت کرتے رہے، سوشل میڈیا پر اس فیصلے کے حق میں ایسے ایسے دلائل گھڑے جانے لگے کہ الامان والحفظ۔ اور یہ دلیل دیتے رہے کہ ہم نے قادیانیوں کو اقلیتی کمیشن میں بٹھا کے ان کے غیر مسلم ہونے پر مہربت کر دی ہے اور یہ کہ آئینی بھی انہیں اقلیتی کمیشن میں نمائندگی کا حق دیتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ لیکن جب مختلف حلقوں کی طرف سے دباؤ بڑھتا گیا اور چشم کشا حقائق کھل کر سامنے آنے لگے تو حکومت کے ہاتھ پاؤں پھولنا شروع ہو گئے، وزیر مذہبی امور اور علی محمد خان نے میدیا پر آ کر ایسی کسی نمائندگی کی سرے سے تردید کر دی۔ سوشل میڈیا پر تحریک انصاف کے وہی ٹائیگر ز اور وزراء جواب تک قادیانیوں کی کمیشن میں شمولیت کو اپنی جماعت کا کارنا مہ قرار دے کر اس کا کریڈٹ لے رہے تھے اور شمولیت کے فیصلے کے حق میں دلائل کے انبار لگا رہے تھے حکومت کی طرف سے تردید آنے کے بعد بجائے اس کے کہ منہ چھپائے پھرتے بڑی ڈھنڈائی سے اب تردید کے حق میں دلائل دینے کے لئے ایڈھی چوٹی کا زور لگانے لگے، حیف صدحیف! ذاتی سوچ ندارد، قومی حیثیت منقوص، مذہبی و دینی غیرت سوالیہ نشان۔ پیش نظر سیاسی و ایمنی، مادی و مالی مفادات فقط۔

جمیت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے

1974 میں جب قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا گیا تو اس وقت کے وزیر اعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے انہیں قومی و پنجاب اسمبلی میں ایک ایک اقلیتی نشست دینے کی پیش کش کی تھی جسے انہوں نے یہ کہ کڑھکر ادا یا تھا کہ ہم خود کو اقلیت تسلیم نہیں کرتے۔ مسلمانوں کو پہلا اعتراض یہ ہے کہ اقلیتی کمیشن ایک دستوری ادارہ ہے اور قادیانی دستور پاکستان کو تسلیم نہیں کرتے، جب تک قادیانی آئین کے مطابق خود کو اقلیت تسلیم نہیں کرتے وہ آئینی کمیشن کا حصہ کیسے بن سکتے ہیں؟ ہاں اگر وہ آئین پاکستان کو مانتے ہوئے خود کو اقلیت تسلیم کرنے کا اعتراف کرتے ہیں تو پھر ان کے کسی بھی آئینی اقلیتی کمیشن کا حصہ بننے پر کسی کو اعتراض نہیں ہو گا۔

آئئے! اقلیتی کمیشن میں قادیانیوں کی نمائندگی کی پس پرده حقیقت جانے کی کوشش کرتے ہیں کہ آخر 46 سال سے اس کمیشن میں شمولیت اختیار کرنے سے مسلسل انکار کرنے والے قادیانی اچانک شامل ہونے پر رضامند کیسے ہو گئے؟ دراصل اس بار نیا یہ کیا گیا کہ کمیشن میں دو مسلم ممبران مولا نا عبدالخیر آزاد اور مفتی

گلزار احمد نعیمی کو شامل کیا گیا بقول شخصے ایسا عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے کیا گیا تاکہ قادیانیوں کو شمولیت پر اعتراض نہ ہوا اور وہ دوسرے دو مسلم ممبر ان کی طرح خود کو مسلم کوٹے پر منتخب تصور کریں۔ اگر یہ سو فیصد اقلیتی ارکان پر مشتمل کمیشن ہوتا ہندوؤں، سکھوں، مسیحیوں، بدھوں، پارسیوں کے ساتھ کسی احمدی اور قادیانی رکن کی شرکت اور نامزدگی پر کسی کو اعتراض نہیں ہو سکتا لیکن اگر اس میں دو مسلم ارکان شامل ہوں اور ان کے ساتھ کوئی قادیانی فرد بٹھا کر کسی گروہ کو یہ تاثر پھیلانے کا موقع ملے کہ بالآخر موجودہ حکومت اور ریاست نے متفقہ طور پر منظور ہونے والی آئین کی دوسری ترمیم کے تقاضوں اور مقاصد کو پس پشت ڈال کر اسے مسلمانوں کے کوٹے میں کمیشن کا رکن بنایا اور اب وہ مسلم ارکان کے ساتھ بیٹھ کر اقلیتی امور طے کرے گا۔ یہ ایسا بھی انک منصوبہ تھا کہ اگر سازشی عناصر اس میں کامیاب ہو جاتے تو آئین پاکستان سے قادیانیت کو اقلیت قرار دینے والی دوسری ترمیم کے خاتمے کی طرف یہ پہلا قدم ہوتا۔

ہمیں جناب عمران خان کی نیک نیتی پے کوئی شک ہے اور نہ وزیر مذہبی امور کے ایمان پر کوئی شبیہ، لیکن سوال یہ ہے کہ دو سال کے قلیل عرصہ میں قادیانیوں کو نواز نے کی جو پے درپے کوششیں ہوئیں ان کے ذمہ داروں کا تعین کیوں نہیں کیا گیا؟ حج فارم کے حلف نامے میں چھٹیر چھڑا کرنے والے بھی صاف نئے گئے، وزیر اعظم کی میٹنگ کے غلط منٹس تیار کرنے والے کوڈھونڈنا کون سا مشکل کام تھا، دباو ڈالنے والے ان پائچے چھوزراء کو جناب وزیر اعظم صاحب! آپ اور آپ کی کابینہ کا ہر مجرم جانتا ہے جو اس میٹنگ میں شامل تھا، ان کے نام بھی ابھی تک قوم کے سامنے لائے گئے نہ ہی انہیں کا بینہ سے الگ کیا گیا۔

خان صاحب! کابینہ میں قادیانیوں کے وکیل آپ کی کشتی کا بوجھ ہیں، یہ بوجھ جتنا جلد اتر جائے کشتی اور ملاح دونوں کے لئے بہتر ہوگا۔ حکومت کو اس بات کا ادراک کرنا ہوگا کہ رسول اکرم کی ناموس اور عزت دنیا کے ڈیڑھ ارب سے زائد مسلمانوں کے نزدیک ریڈ لائے ہے، جو کوئی اسے کراس کرنے کی کوشش کرے، دنیا کا ادنی سے ادنی مسلمان بھی اسے برداشت نہیں کر سکتا۔

آخر میں ہم مسلم لیگ ق کی قیادت کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں جنہوں نے تبلیغی جماعت کے ساتھ ہونیوالی نا انصافیوں پر بھی تو انا آواز اٹھائی اور اب قادیانیوں کے مسئلہ پر بھی امت کے جذبات کی خوب اور بروقت ترجمانی کی اللہ تعالیٰ چوہدری برادران کو جزاۓ خیر عطا فرمائے آئیں۔ ذیل میں مسلم لیگ ق کے

رکن پنجاب اسمبلی حافظ محمد عمار کی طرف سے پنجاب اسمبلی میں ایک قرارداد پیش کی گئی جیسے متفقہ طور پر قبول کر لیا گیا ہم اس اہم پیش رفت پر بھی مسلم لیگ ق کی قیادت کو مبارک باد پیش کرتے ہیں اور اس قرارداد کی بھرپور حمایت کرتے ہیں ذیل میں قرارداد کا متن پیش کیا گیا ہے۔

قرارداد کا متن

پنجاب اسمبلی میں تحفظ ناموس رسالت اور عقیدہ ختم نبوت کے حق میں قرارداد متفقہ طور پر منظور کر لی گئی۔ قرارداد مسلم لیگ (ق) کے حافظ عمار کی جانب سے پیش کی گئی جس کے متن میں کہا گیا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”اے مسلمانو! محمد رسول اتم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں مگر وہ اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کی مہر ہیں اور اللہ ہر بات کو خوب جانے والا ہے“ یعنی مہر لگ گئی اور یہ راستہ ہمیشہ کیلئے بند ہو گیا ہے، یہاں سے اب کسی اور نبوت کے اجر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (سورا الحزادب آیت 40)۔ جامع ترمذی اور سنن ابو داد میں حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا کہ ”میری امت میں سے میں افراد ایسے اٹھیں گے جو کذاب ہوں گے۔ ان میں سے ہر شخص اپنے بارے میں یہ گمان کرتا ہو گا کہ وہ نبی ہے، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، اب میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔“ محمد رسول اللہ کی عظمت اور فضیلت کا پہلو اس اعتبار سے ہے کہ نبوت آپ پر کامل ہو گئی ہے، رسالت کی آپ پر تکمیل ہو گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن و حدیث شریف میں حضور کے ضمن میں خاص طور پر تکمیلِ اکمل جیسے الفاظ بکثرت استعمال ہوئے ہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”آج کے دن ہم نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے۔ اور آپ پر اپنی نعمتوں کا انتمام فرمادیا ہے۔ یہ ایوان وفاتی کا بینہ کو خراج تحسین پیش کرتا ہے جنہوں نے قادیانیوں کو اس بناء پر اقلیتی کمیشن میں شامل نہیں کیا۔ قادیانی نہ آئیں پاکستان کو مانتے ہیں نہ اپنے آپ کو غیر مسلم اقیقت تسلیم کرتے ہیں۔ یہ ایوان اعادہ کرتا ہے کہ آئے روز ناموس رسالت پر کوئی نہ کوئی مسئلہ کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ کبھی حج فارم میں تبدیلی کر دی جاتی ہے، کبھی کتب میں سے

خاتم النبیین کا لفظ نکال دیا جاتا ہے لیکن آج تک ان سازشیوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے، لیکن ہمیں تحفظ ناموس رسالت کی بھیک مانگنی پڑتی ہے۔ یہ ہم سب کیلئے شرم کا مقام ہے۔ یہ ایوان وفاقی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ یہ سلسہ بند ہونا چاہیے، جو لوگ ان سازشوں میں ملوث ہیں ان کو بے نقاب کر کے سخت سخت سزا دی جائے۔ اقلیتی کمیشن میں ہندو، سکھ اور مسیحی میٹھے ہیں ہم نے کبھی ان پر اعتراض نہیں کیا کیونکہ وہ خود کو مسلمان نہیں کہتے۔ ہم اقلیتوں کو آئین میں دیئے گئے حقوق کیلئے آواز بلند کرتے ہیں۔ یہ ایوان مطالبہ کرتا ہے کہ اگر قادیانیوں کا سربراہ یہ لکھ کر بھیج دے کہ وہ آئین پاکستان کو مانتے ہیں اور اپنے آپ کو غیر مسلم اقلیت تسلیم کرتے ہیں تو ہمیں ان کے اقلیتی کمیشن میں میٹھے پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ ختم نبوت کا معاملہ ہمارے لئے ریڈ لائن ہے، تحفظ ختم نبوت، تحفظ ناموس رسالت، تحفظ ناموس اصحاب رسول، تحفظ ناموس اہل بیت اطہار اور تحفظ ناموس امہات المؤمنین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بڑھ کر ہمارے لئے کوئی چیز نہیں، اس پر ہمارا سب کچھ قربان ہے۔ اس پر کسی کو ابہام نہیں ہونا چاہیے۔ اس موقع پر پسیکر چودھری پرویز الہی نے کہا کہ ہم سب ناموس رسالت اور عقیدہ ختم نبوت کے محافظ ہیں۔ وفاقی کابینہ میں اکثر وزراء نے اس ترمیم کی مخالفت کی۔ کابینہ نے طے کیا کہ جب تک قادیانیوں کا سربراہ تسلیم نہیں کرتا کہ وہ غیر مسلم ہیں تب تک وہ قومی اقلیتی کمیشن میں نہیں شامل ہو سکتے۔

والسلام
عبدالودود ربانی
مدیر مسؤول

درس قرآن

مفہی عاشق الہی بلند شہری

از واجح مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں

سورۃ الاحزاب آیت نمبر 6

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝ يَسُمُّ اللَّهُ الرَّحْمَنُ الرَّجِيمُ

الَّتِي أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ إِنْفَسِهِمْ ۝ وَأَرْزَقَهُمْ ۝ وَأَوْلُوا الْأَرْخَافِ عَضْهُمْ
أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتْبِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا أَنْ تَعْلَمُوا إِلَى أَوْلِيَائِكُمْ
مَعْرُوفًا كَانَ ذَلِكَ فِي الْكِتْبِ مَسْطُورًا ۝

ترجمہ:

”مؤمنین سے نبی کا تعلق اس سے زیادہ ہے جو ان کا اپنے نفوں سے ہے اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں، اور رشتہ دار اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے زیادہ تعلق رکھنے والے ہیں بہ نسبت دوسرے مؤمنین مہاجرین کے مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے کچھ اچھا سلوک کرنا چاہو یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔“

تفسیر:

اس آیت میں بظاہر چار باتیں بتائی ہیں، اول یہ کہ نبی اکرم کو مؤمنین سے جو تعلق ہے وہ اس تعلق سے بھی زیادہ ہے جو مؤمنین کو اپنی جانوں سے ہے، اس میں بہت سے مضامین آجاتے ہیں، اول یہ کہ رسول اللہ کو ایمان والوں کے ساتھ جو رحمت اور شفقت کا تعلق ہے وہ اتنا زیادہ ہے کہ مؤمنین کو بھی اپنی جانوں سے رحمت و شفقت کا اتنا تعلق نہیں ہے، اس کا کچھ بیان سورۃ توبہ کی آیت کریمہ (لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ

انفسکم) کے ذیل میں گزر چکا ہے وہاں آپ کی رحمت اور شفقت کے بارے میں بعض احادیث گزر جکی ہیں، آپ کو یہ گوارہ نہ تھا کہ کسی مومن کو کوئی بھی تکلیف پہنچ جائے، آپ نے کبھی کسی کو دینی ضرورت سے غصہ میں کچھ فرمادیا تو اس کو بھی رحمت بنادیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے بارگاہ خداوندی میں یوں دعا کی:

(اللَّهُمَّ إِنِّي أَخْدُثُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَّنِي لَخَلَقْنِي فَلَمَّا آتَيْتَنِي أَنَا بَشَرٌ فَأَيُّ الْمُؤْمِنِينَ أَذْهَبْتَنِي شَتَّمَهُ لَعْنَتَهُ جَلَدَتَنِي فَاجْعَلْنَا

لَهُ صَلَوةً رَّكْوَةً ثُغْرَةً إِبَاهَا إِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ) ”اے اللہ! میں آپ سے ایک درخواست کرتا ہوں مجھے امید ہے کہ آپ ضرور ہی قبول فرمائیں گے وہ یہ کہ میں ایک انسان ہوں لیں جس کسی مومن کو میں نے تکلیف دی، بر اجلا کہا، لعنت کی، کوڑا مارا تو میرے اس عمل کو آپ اس کے لیے رحمت اور پاکیزگی اور اپنی نزدیکی کا ذریعہ بنادیں جس کے ذریعہ آپ قیامت کے دن اس کو اپنے قرب سے نواز دیں۔“

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شفقت عامہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ کی عادت شریفہ تھی کہ جب کسی ایسے شخص کا جنازہ پڑھنے کے لیے لا یا جاتا جس پر قرض ہوتا تو آپ دریافت فرماتے تھے کہ اس نے ادا یگی کا انتظام چھوڑا ہے یا نہیں؟ اگر جواب میں عرض کیا جاتا کہ اس نے ادا یگی کا انتظام چھوڑا ہے تو آپ اس کی نماز جنازہ پڑھادیتے تھے اور اگر یہ بتایا جاتا کہ اس نے قرض کی ادا یگی کا انتظام نہیں چھوڑا تو فرماتے تھے کہ تم لوگ اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو (یہ طریقہ آپ نے اس لیے اختیار فرمایا تھا کہ لوگوں پر قرضدار ہو کر مرنے کی شاعت و قبات طاہر ہو جائے کہ دیکھو حضور نے اس کی نماز جنازہ تک نہیں پڑھی) پھر جب اللہ نے آپ پر فتوحات کے دروازے کھول دیئے تو آپ بطور خطیب کھڑے ہوئے اور فرمایا (انَا أَوْلَى الْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ) (مجھے مونین سے اس سے زیادہ تعلق ہے جتنا انہیں ان کی جانوں سے ہے) لہذا مونین میں سے جس کسی شخص کی وفات ہو جائے اور وہ اپنے اوپر قرضہ چھوڑ جائے تو اس کی ادا یگی میرے ذمہ ہے اور جو کوئی مال چھوڑ جائے وہ اس کے وارثوں کے لیے ہے۔

آپ چاہتے تھے کہ کسی مسلمان کو کوئی بھی تکلیف نہ ہونے دیا میں نہ آخرت میں، آپ نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اور بتایا اور تعلیم دی اس میں مونین کے لیے خیر ہی خیر ہے جبکہ خود مونن بندے کبھی اپنی رائے کی غلطی سے اور کبھی کسی خواہش سے متاثر ہو کر دنیا و آخرت میں اپنی جانوں کو تکلیف پہنچانے والے

کام بھی کر گزرتے ہیں، آپ نے اپنی مثال دے کر سمجھایا اور فرمایا کہ میری مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی شخص نے آگ جلانی جب آگ نے اپنا آس پاس روشن کر دیا تو پروانے اور یہ چھوٹے چھوٹے کیڑے جو آگ میں گرا کرتے ہیں اس میں گرنے لگے، آگ جلانے والا انہیں روکتا ہے اور وہ اس پر غالب ہو جاتے ہیں اور اس میں داخل ہو جاتے ہیں، میری اور تمہاری مثال ایسی ہے میں دوزخ سے بچانے کے لیے تمہاری کمروں کو پکڑتا ہوں کہ آجا و آگ سے بچا آگ سے بچوں مجھ پر غلبہ پا جاتے ہو (یعنی ایسے کام کرتے ہو جو دوزخ میں جانے کا سبب ہو جاتے ہیں۔) (رواه مسلم جلد ۲ ص ۲۴۸)

رسول اللہ کی کوشش تو یہی رہی کہ امت مسلمہ کا کوئی شخص بھی دوزخ میں نہ جائے لیکن دنیاداری کی وجہ سے اور نفس کی خواہشوں کے دباو سے لوگ گناہ کر کے عذاب کے مستحق ہو جاتے ہیں، یہاں تو آپ نے اپنی امت کی خیر خواہی کے لیے محنت کی ہی تھی آخرت میں سفارش بھی کریں گے، آپ کی شفقت میں نہ یہاں کی رہی نہ وہاں ہو گی، البتہ امت کو بھی اپنی جانوں کو عذاب آخرت سے بچانے کے لیے فکر رکھنی چاہیے۔ آپ نے تو یہاں تک کیا کہ امت کی خیر خواہی کے لیے یقیناً مقبول ہونے والی دعا کو آخرت میں فائدہ پہنچانے کے لیے محفوظ فرمالیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ ہر بُنی کے لیے ایک دعائے مستجاب ہے (یوں توحضرات انبیاء کرام (علیہم السلام) بہت سی دعائیں کرتے تھے جو مقبول ہوا کرتی تھیں لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اختیار دیا گیا تاکہ کوئی سی ایک دعاء کرلو جو ضرور ہی قبول ہو گی) الہذا ہر بُنی نے اپنی اس دعا کو دنیا میں استعمال کر لیا اور میں نے یہ دعا اپنی امت کی شفاقت کے لیے قیامت کے دن تک چھپا کر رکھ لی ہے سو میری امت میں سے ہر اس شخص کو پہنچ جائے گی جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ کیا ہو۔ (رواه مسلم)

ازدواج مطہرات کا اکرام و احترام

دوسری بات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا (وَأَزْوَاجُهُمْ أَمْهَمُهُمْ) (کہ نبی اکرم کی بیویاں ایمان والوں کی مائیں ہیں) یعنی ان کا اکرام و احترام واجب اور لازم ہے۔ آپ کی وفات کے بعد امت کے کسی فرد کے لیے یہ حلال نہیں کہ آپ کی ازواج مطہرات میں سے کسی سے نکاح کر سکے، جیسا کہ اسی سورت کے روئے نمبر ۷ میں (وَلَا آنَّ شَنِكُحُوا أَزْوَاجَهُمْ بَعْدِهِ أَبَدًا) فرمایا ہے لیکن پرده کے اعتبار سے وہ حکم نہیں تھا جو اپنی ماوں سے ہے، جیسا کہ اسی سورت میں فرمایا ہے (وَإِذَا سَأَلْتُهُمْ مَنْتَعًا فَسْأَلُهُمْ مِنْ وَرَاءَ

حججاً) اور جب تم ان سے کوئی سامان طلب کرو تو پرده کے پیچھے سے مانگو۔)

رشته داری کے اصول مقررہ کے مطابق میراث تقسیم کی جائے

تیسرا حکم بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا (وَأُولُوا الْأَزْخَامُ يَعْصِمُهُمْ أَوْلَى بِعَضٍ فِي كِتْبِ اللَّهِ) (اور رشته دار

اللہ کی کتاب میں بہ نسبت دوسرے مومنین مہاجرین کے زیادہ قریب تر ہیں) جب حضرات صحابہ (رض) کہ مکرمہ سے بھرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مہاجرین و انصار کے درمیان مowaخات فرمادی تھی یعنی بعض کو بعض کا بھائی بنادیا تھا، بھائی بن جانے کی وجہ سے ایک دوسرے کی خصوصی رعایت اور خدمت کے جذبات پیدا ہو گئے تھے اور یہ تعلق یہاں تک تھا کہ دونوں میں سے کسی ایک کے فوت ہو جانے پر آپس میں میراث بھی جاری ہوتی تھی، اس آیت میں اور سورۃ الانفال کی آخری آیت میں اس اخوت والی میراث کو منسون فرمادیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ آپس میں رشته داریاں ہیں اب انہیں ان کی بنیاد پر حسب قواعد شرعیہ میراث ملے گی۔

پوچھی بات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ((لَا أَنْ تَعْلُوَ إِلَّا أَوْلَى عُمُّ مَعْرُوفًا)) (مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرو) یعنی غیر رشته داروں میں میراث تو جاری نہ ہوگی (بلکہ سب رشته داروں میں بھی جاری نہیں ہوتی) البتہ جس کو بھی شرعی اصول سے میراث نہ پہنچتی ہو اس کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے، مالی امداد کر دی جائے، اس کی حاجتیں پوری کرنے کی کوشش کی جائے، (مثلاً بطور بہبہ یا صدقہ یا میراث شرعی اصول کے مطابق دے دی جائے) تو یہ دوسری بات ہے، یہ چیز نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ مستحب و مستحسن اور باعث اجر و ثواب ہے۔
(کان ذلک فی الکتب مسطوراً) بعض حضرات نے یہاں کتاب سے لوح محفوظ مرادی ہے اور مطلب یہ

بتایا ہے کہ لوح محفوظ میں یہ لکھا ہے کہ بھرت کی وجہ سے جو توارث مشروع ہو گا وہ منسون ہو جائے گا۔ اور آخری حکم توارث بالارحام یعنی رشته داریوں کے اصول پر میراث دینے کا حکم باقی رہے گا، اور بعض حضرات نے کتاب سے آیت المواریث اور بعض حضرات نے یہی آیت مرادی ہے۔ صاحب روح المعانی نے ایک اور احتمال نکالا ہے وہ فرماتے ہیں: (او فیما کتبہ سبحانہ و تعالیٰ وفرضہ وقضاؤ) یعنی اللہ تعالیٰ نے فرض فرمادیا اور فیصلہ فرمادیا کہ اب میراث رشته داری کے اصول ہی پر منحصر ہے گی، یہ کتاب اللہ ہے۔



اشیخ ولی خان مظفر

سابق استاذ جامعہ فاروقیہ کراچی

نئے عمرانی معاہدے کی ضرورت

صلحِ ”حدیبیہ“ بظاہر ذلت و مغلوبیت کی صلح نظر آتی ہے، شرائط صلح پڑھ کر بادی النظر میں یہی محسوس ہوتا ہے کہ تمام بھگڑوں کا فیصلہ کفار قریش کے حق میں ہوا، چنانچہ حضرت عمرؓ بھی صلح کی ظاہری سطح دیکھ کر سخت محرzon و مضطرب تھے، وہ خیال کرتے تھے کہ اسلام کے چودہ پندرہ سو سرفوش سپاہیوں کے سامنے قریش اور ان کے طرفداروں کی جمعیت کیا چیز ہے، کیوں تمام نژاداعات کا فیصلہ تواری سے نہیں کردیا جاتا، مگر رسول اللہ ﷺ کی دوراندیش بگاہیں ان احوال و نتائج کو دیکھ رہی تھیں، جو دوسروں کی بگاہوں سے او جھل تھے اور اللہ نے آپ ﷺ کا سینہ سخت سے سخت ناخوشگوار واقعات پر تخل کرنے کیلئے کھول دیا تھا، آپ ﷺ بے مثال استغنا اور توکل تخل کے ساتھ ان کی ہر شرط پر صادر فرماتے رہے اور اپنے اصحاب کو ”الله و رسوله اعلم“ کہہ کر تسلی دیتے رہے، تا آنکہ سورہ فتح نازل ہوئی اور خداوند قدوس نے اس صلح اور فیصلہ کا نام ”فتح میں“ رکھا، لوگ اس پر بھی تعجب کرتے تھے کہ یا رسول اللہ کیا یہ فتح ہے؟ فرمایا کرتے، جی ہاں یہ فتح میں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ صحابہ ﷺ کی بیعتِ جہاد اور معمولی چھیڑ چھاڑ کے بعد کفار معاندین کا مرعوب ہو کر صلح کی طرف جھکنا اور نبی کریم ﷺ کا باوجود جنگ اور انتقام پر کافی قدرت رکھنے کے ہر موقع پر

انماض اور عغنو و درگز ر سے کام لینا اور محض تعظیم بیت اللہ کی خاطر ان کے بیہودہ مطالبات پر قطعاً برافروختہ نہ ہونا، یہ واقعات ایک طرف اللہ کی خصوصی مدد و رحمت کے استحلاط کا ذریعہ بنتے تھے اور دوسری جانب دشمنوں کے قلوب پر اسلام کی اخلاقی اور روحانی طاقت اور پیغمبر ﷺ کی شان پیغمبری کا سکھ بھلارہ ہے تھے، گوئہ نامہ لکھتے وقت، ظاہر بینوں کو کفار کی جیت نظر آتی تھی، لیکن حضرت ابو بکر صدیقؓ کی طرح کچھ لوگ ٹھنڈے دل سے فرصت میں بیٹھ کر غور کرنے والے خوب سمجھتے تھے کہ فی الحقيقة تمام ترقیله حضور ﷺ کے حق میں ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کا نام فتح میں رکھ کر متنبہ کر دیا کہ یہ صلح اس وقت بھی فتح ہے اور آئندہ کے لئے بھی آپ کے حق میں بے شمار فتوحات ظاہری و باطنی کا دروازہ کھلتی ہے، اس صلح کے بعد کافروں اور مسلمانوں کو باہم اختلاط اور بے تکلف ملنے جانے کا موقع ہاتھ آیا، کفار مسلمانوں کی زبان سے اسلام کی باتیں سنتے اور ان مسلمانوں کے احوال و اطوار کو دیکھتے تو خود بخدا ایک کشش اسلام کی طرف ہوتی تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ صلح حدیبیہ سے فتح تک، یعنی تقریباً دو سال مدت میں اتنی کثرت سے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے کہ کبھی اس قدر نہ ہوئے تھے، خالد بن ولیدؓ اور عمرو بن العاصؓ جیسے نامور صحابہ اسی دوران میں اسلام کے حلقة بگوش بنے، جسموں کو نہیں دلوں کو فتح کر لینا اسی صلح حدیبیہ کی عظیم ترین برکت تھی، اب جماعت اسلام چاروں طرف اس قدر پھیل گئی اور اتنی بڑھ گئی تھی کہ مکہ معظمه کو فتح کر کے ہمیشہ کے لئے شرک کی گندگی سے پاک کر دینا بالکل سہل ہو گیا تھا، حدیبیہ میں حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ صرف ڈیرہ ہزار جانشناز تھے، لیکن دو برس کے بعد مکہ معظمه کی فتح عظیم کے وقت دس ہزار کا لشکر جزا ر آپ ﷺ کے ہمراہ کاب تھا۔

یقین تو یہ ہے کہ نہ صرف فتح خیبر بلکہ آئندہ کی کل فتوحات اسلامیہ کیلئے صلح حدیبیہ بطور اساس و بنیاد اور زرین دیباچہ کے تھی اور اس تحمل و توکل اور تعظیم حرمات اللہ کی بدولت جو صلح کے سلسلے میں ظاہر ہوئی، جن علوم و معارف قدسیہ اور باطنی مقامات و مراتب کا فتح باب ہوا ہوگا اس کا اندازہ توکون کر سکتا ہے ہاں تھوڑا سا جمالی اشارہ ہے کہ تعلیٰ نے سورہ فتح کی آیتوں میں فرمایا ہے، یعنی جس طرح سلطانین دنیا کسی بہت بڑے فتح پر جزل و کمانڈ رکھنے کی اعزاز و اکرام اور تبعوں سے نوازتے ہیں، خداوندوں نے اس فتح میں کے صلہ میں آپ ﷺ کو جن چیزوں سے سرفراز فرمایا، ان میں پہلی چیز غفران الذنوب ہے، ہمیشہ سے ہمیشہ تک کی سب کوتا ہیاں جو آپ ﷺ کے مرتبہ رفیعہ کے اعتبار سے کوتا ہی سمجھی جائیں، بالکل یہ

معاف کردی گئی ہیں، یہ بات اللہ تعالیٰ نے کسی اور بندے کے لئے نہیں فرمائی، مگر حدیث میں آیا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر عبادت اور محنت کرتے تھے کہ راتوں کو کھڑے کھڑے پاؤں مبارک سونج جاتے تھے اور لوگوں کو دیکھ کر رحم آتا تھا، صحابہ عرض کرتے، یا رسول اللہ! آپ اس قدر محنت کیوں کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ تو آپ کی اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمائے گا، فرماتے! (أَفَلَا أَكُونْ عَبْدًا شَكُورًا— تو کیا میں اس کا شکرگزار بندہ نہ بنوں، ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی ایسی بشارات اسی بندہ کو سنا گیں گے جو سن کر نذر نہ ہو جائے، بلکہ اور زیادہ خدا سے ڈرنے لگے، شفاعت کی طویل حدیث میں ہے کہ جب مخلوق جمع ہو کر حضرت مسیح کے پاس جائے گی، تو وہ فرمائیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، جو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جن کی اگلی پچھلی سب خطائیں اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا، یعنی اس مقام شفاعت میں اگر بالفرض کوئی تقصیر بھی ہو جائے، تو وہ بھی عفو عام کے تحت میں پہلے ہی آچکی ہے، گویا بجز ان کے اور کسی کا یہ کام نہیں ہو سکتا۔ (تفسیر عثمانی مع تغیر)۔

کیا حالت ہوئی ہو گی، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام مدینے سے مکہ عمرہ کا احرام باندھ کر نکلے ہوں گے اور انہیں کفارِ قریش کی بے جا صد و عناد کے بدلوں اپنے احرام راستے ہی میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اتارنے پڑے ہوں گے، بغیر عمرہ کے وہ اب یہود و مذاقین کو کیا منہ دکھائیں گے، مگر خون خرابے سے بچنے اور بیت اللہ کی حرمت کی خاطر یہ کڑوے گھونٹ پینے پڑے، ظاہر دشمن کے سامنے اپنی شکستِ تسلیم کرنی پڑی، ان کی بات رکھنی پڑی اور اپنا حق بجانب مداعترک کرنا پڑا، آخر یہ سب کچھ کیوں؟ سیرت طیبہ میں یہی باتیں اور دروس غور کرنے کی ہیں۔

نئے عمرانی معاهدے کی ضرورت۔

پاکستان ایک کثیرالقومی ریاست ہے۔ اس میں ہر قوم کی ثقافت، وسائل اور مسائل مختلف ہیں۔ یہ تمام قومیں ایک فیڈریشن میں رہتی ہیں جسے پاکستان کہتے ہیں۔ ستر سال سے یہ اس فیڈریشن میں رہ رہے ہیں۔ ائمہ سوہنہ کے آئین میں تمام سیاسی جماعتوں نے ایک متفقہ کنشٹریکٹ (آئین) پر دستخط کئے تھے۔ ائمہ سوانچاں کے قرارداد مقاصد آئین کا باقاعدہ حصہ نہیں تھا لیکن ضمیاء الحق کے دور میں یہ آئین پاکستان کا باقاعدہ حصہ بن گیا۔ جس کی وجہ سے قوموں کے مسائل اور وسائل کا ذکر درمیان میں سے نکل کر ملک میں مذہبی فرقہ واریت، انتہا پسندی اور اقليتوں سے نفرت کی فزا پیدا ہو گئی۔ اور قرارداد مقاصد کی وجہ ہر وہ شخص

غدار وطن ٹھرا یا گیا جن کو ان چیزوں سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ اٹھارویں آئینی ترمیم سے کچھ امیدیں قوموں کے وسائل اور مسائل کے حل کرنے کی پیدا ہو گئی تھیں، مگر اس پر بھی مکمل عمل در امداد نہیں کیا جا رہا اور اس کی راہ میں روڑے اٹکائے جا رہے ہیں۔ اور پھر قرارداد مقاصد کی وجہ سے بھی حالات بہتر ہونے کا نام نہیں لے رہے۔

چھوٹی قوموں میں احساس محرومی بڑھ رہی ہے اور ان کے مسائل میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ ایسے میں ایک نئے عمرانی معاهدے کی اشد ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ جو تمام قوموں کے وسائل کی بنیاد پر قوموں کو حقوق کی حفاظت دے۔ اور رضا کار ان فیڈریشن کا قیام عمل میں آئے۔ ملک میں برداشت، انسانی حقوق، عورتوں کے حقوق اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت ہو۔ اور وسائل کی تقسیم منصفانہ بنیادوں پر ہوں۔ شخصی اور فرقہ وار اندیشہ قانون کی بجائے ریاستی قانون کی عمل داری ہو۔ اور خارجہ پالیسی جیسا اور جیسے دو کی بنیاد پر ہو۔ ادارے ریاست کو جواب دہ ہوں۔

فتح میں کے واسطے عمرانیات کے اصول کے عین مطابق 60 سے زائد کا عدم تنظیموں والے ہمارے ملک خداداد (پاکستان) میں آج پر امن بقاء بائیکی کے خاطر اپنے ہی بجا ہیوں سے نہایت خود اعتمادی اور صلح خدیجی مصلحتوں کی ضرورت ہے، جہاں کسی کو بنجاد کھانے کے لئے نہیں، بلکہ دوران خلوص کے ساتھ صلح خدیجی مصلحتوں کی ضرورت ہے، ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو اچھی طرح ٹھنڈے دل سے پر کھا جائے، ”کچھ دو اور کچھ لو“، کو بنیاد بنا یا جائے، انعام، تحمل، برداشت اور چشم پوشی کو بطور شعار اپنا یا جائے، صلح کے دوران ہر قسم کی بد عہدی، بد نیتی، غدر، دھوکہ دی، خیانت اور اعتقاد سازی کے مقابلہ عوامل سے مکمل احتراز و احتیاط بر تاجیے، بے تکلف اختلاط اور ملنے جانے کے موقع تمام فریق کو با یک دیگر مہیا کئے جائیں، ناس بھج، کوتاہ بین، مفاد پرسوں اور اغیار کے واسطے مخصوص شیطانی ایجادوں پر عرصے سے کام کرنے والوں کی باتوں پر کان نہ دھرے جائیں، ان کے تیز و تند طعنوں اور اعتراضات کی طرف التفات نہ کیا جائے، درخور اعتناء نہ رکھا جائے، پھر دیکھیں ملک عزیز میں کتنی مثالی آشنا، ہمہ گیر آسودگی، امن، خوشحالی اور سلامتی آتی ہے، بس ایک نئے عمرانی معاهدے کی ضرورت ہے اور فتح میں کی آمد آمد ہے۔



مفتی عبدالرؤف سکھروی

استاذ الحدیث دارالعلوم کراچی

چند بڑے گناہوں میں سے ایک گناہ۔ ”نماز نہ پڑھنا“

نماز اہم ترین عبادت ہے، اور ایمان کے بعد تمام فرائض پر مقدم ہے، اور قیامت میں سب سے پہلے اسی کے بارے میں سوال ہوگا، یہ اسلام کی علامت ہے، اور دین کا ستون ہے، گناہوں کی معافی، دل کو نورانی بنانے اور اللہ تعالیٰ کا قرب اور رضا حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے، نماز کا مرتبہ دین میں میں ایسا ہی ہے جیسا کہ سر کا درجہ بدن میں لیکن افسوس ہے کہ نماز جتنی اہم ہے ہمارے زمانہ میں اُتنی ہی اس سے غفلت اور لاپرواہی کا معاملہ کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں نماز چھوڑنے والوں کی نذمت اور ان پر بہت سخت وعید یہ وارد ہوئی ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَصَاغُرُ الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ

غیّا (سورہ مریم: ۵۹)

ترجمہ: پھر ان کے بعد ایسے لوگ ان کی جگہ آئے جنہوں نے نمازوں کو بر باد کیا اور نفسانی خواہشات کے پیچھے چلے، چنانچہ ان کی گمراہی بہت جلد ان کے سامنے آجائے گی۔
تشریح

نماز کے ضائع کرنے سے مراد جمہور مفسرین حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت نجاشیؓ، حضرت قاسمؓ،

حضرت مجاهدؓ، حضرت ابراہیمؓ، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ وغیرہ کے نزدیک نماز کو اُس کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھنا ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ نماز کے ارکان و شرائط میں سے کسی میں کوتاہی کرنا (جس میں وقت بھی داخل ہے) اضافت نماز میں شامل ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ نماز ضائع کرنے سے مراد بلاعذرِ معتبر ہے جماعت گھر میں نماز پڑھ لینا ہے۔ (تفسیر معارف القرآن ۶/۳۲، حوالہ تفسیر قرطبی، بحر محیط)

نماز کی اہمیت اور اسے چھوڑنے یا وقت مقررہ سے مؤخر کر کے پڑھنے کے گناہ ہونے سے متعلق ذیل میں چند احادیث طیبہ ملاحظہ ہوں:

حدیث نمبر ا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - : إِنَّ أَوَّلَ مَا يَحَاسِبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَاتُهُ، فَإِنْ صَلَحَتْ، فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ، وَإِنْ فَسَدَتْ، فَقَدْ حَابَ وَخَسِرَ، فَإِنْ اتَّقَصَ مِنْ فِرِينَصَةٍ شَيِّئٌ، قَالَ الرَّبُّ - عَزَّ وَجَلَّ - : إِنَظِرُوا هُلُلَ الْعَبْدِيِّ مِنْ تَطْرُعٍ، فَيُكْمَلُ مِنْهَا مَا اتَّقَصَ مِنَ الْفِرِينَصَةِ؟ ثُمَّ تَكُونُ سَائِرُ أَعْمَالِهِ عَلَى هُلُلًا - رواه الترمذی، وقال: حدیث حسن (ریاض الصالحین۔ ۲۳/۲)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: قیامت کے دن آدمی کے اعمال میں سب سے پہلے فرض نماز کا حساب کیا جائے گا، اگر نماز اچھی نکل آئی تو وہ شخص کامیاب اور با مراد ہوگا، اور اگر نماز بکار ثابت ہوئی تو وہ نامرا در اور خسارہ میں ہوگا، اور اگر فرض نماز میں کچھ کمی پائی گئی تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: دیکھو اس بندہ کے پاس کچھ نفلیں بھی ہیں جن سے فرضوں کو پورا کر دیا جائے؟ (اگر نکل آئیں تو ان سے فرضوں کی تتمیل کر دی جائے گی) اس کے بعد پھر اسی طرح باقی اعمال کا حساب ہوگا۔

تشریح: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ آدمی کو نفلوں کا ذخیرہ بھی اپنے پاس رکھنا چاہئے تاکہ اگر فرضوں میں کچھ کوتاہی نکلے تو وہ نفلوں سے پوری کر دی جائے۔

حدیث نمبر ۲:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفَّارِ
تَرْكُ الصَّلَاةِ (سنن أبي داود - ۳۵۳)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندہ کو اور کفر کو ملانے والی چیز نماز چھوڑنا ہے۔

تشریح

کتنی سخت وعید ہے کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے چھوڑنے پر کفر کا حکم لگا رہے ہیں، اگرچہ علماء کرام نے اس کو ”انکار کرنے“ کے ساتھ مقید کیا ہے، یعنی جو شخص نماز نہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کی فرضیت کا بھی انکار کرے وہ کافر ہے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی فکر اتنی بڑی چیز ہے کہ جس کے دل میں ذرا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وقت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی اہمیت ہوگی اس کے لئے یہ ارشادات نہایت سخت ہیں، اس کے علاوہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعض ائمہ رحمہم اللہ کا تو مذہب یہی ہے کہ بلاعذر جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والا کافر ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کو اس کیروہ گناہ سے بچنے کی فکر کرنی چاہئے۔

حدیث نمبر ۳

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍ وَعَنْ رَسُولِ اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- أَنَّهُ ذَكَرَ الصَّلَاةَ يَوْمًا
فَقَالَ: مَنْ حَفَظَ عَالَمَ نَهَا كَائِنَتْ لِنُورٍ أَوْ بُرْهَانًا وَنَجَاهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَوْلَانِي مَنْ لَمْ يَحْفَظْ
عَلَيْهَا لَمْ يَكُنْ لَهُ بُرْهَانٌ وَلَا نُورٌ وَلَا نَجَاهَةٌ وَكَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ مَعَ قَارُونَ وَهَامَانَ
وَفِرْعَوْنَ وَأُمَّيَّ بْنِ خَلَفٍ (صحیح ابن حبان - ۳۲۹)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر ورضی اللہ عنہما بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا ذکر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا: جو شخص نماز کا اہتمام کرے تو نماز اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگی اور حساب پیش ہونے کے وقت جنت ہوگی اور نجات کا سبب ہوگی، اور جو شخص نماز کا اہتمام نہ کرے اُس کے پاس نہ کوئی جنت ہوگی نہ اُس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا اور نہ نجات کا

کوئی ذریعہ، اور قیامت کے دن اُس کا حشر قارون، ہامان، فرعون اور ابی بن خلف (جیسے بڑے بڑے کافروں) کے ساتھ ہوگا۔

تشریح: علماء نے لکھا ہے کہ ان کے ساتھ حشر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اکثر انہی وجوہ سے نماز میں سستی ہوتی ہے جو ان کافروں میں پائی جاتی تھیں، یعنی مال، حکومت و سلطنت، وزارت اور تجارت۔ لہذا اگر نماز میں سستی مال و دولت میں مشغولی کی وجہ سے ہو تو قارون کے ساتھ حشر ہوگا، اور اگر نماز چھوڑنے کی وجہ حکومت و سلطنت ہے تو فرعون کے ساتھ حشر ہوگا، اور اگر اس کی وجہ وزارت ہے تو ہامان کے ساتھ، اور تجارت میں مشغولی ہے تو ابی بن خلف کے ساتھ حشر ہوگا جو مکہ میں کافروں کا تاجراحتا۔

حدیث نمبر ۳

إِذَا أَصَلَّى الْعَبْدُ فِي أَوَّلِ الْوَقْتِ صَعِدَتِ إِلَى السَّمَاءِ حَتَّى تَنْتَهِي إِلَى الْعَرْشِ
فَتَسْتَغْفِرُ لِصَاحِبِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، تَقُولُ: حَفَظَ اللَّهُ كَمَا حَفَظْتُنِي، وَإِذَا أَصَلَّى فِي
غَيْرِ وَقْتِهَا، صَعِدَتْ لَا ظُرُورَ لَهَا فَتَنْتَهِي إِلَى السَّمَاءِ فَشَلَّفَ كَمَا ثَلَّفَ الْخِرْقَةُ
الْمَبْلُولَةُ فَيُضَرِّبُ بِهَا وَجْهَ صَاحِبِهَا، وَتَقُولُ: ضَيَّعَكَ اللَّهُ كَمَا ضَيَّعْتُنِي۔ "إِنَّ
النَّجَارِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ"۔ (كنز العمال۔ ۷/۳۶۱)

ترجمہ: جب بندہ اول وقت میں نماز پڑھتا ہے تو وہ نماز آسمان کی طرف چڑھتی ہے یہاں تک کہ عرش تک پہنچ جاتی ہے، پھر ایسی نماز قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اپنے پڑھنے والے کے لئے بخشش مانگے گی، اور وہ نماز نمازی کو یوں دعا دیتی ہوئی جاتی ہے: اللہ تعالیٰ تیری بھی ایسی حفاظت کرے جیسی تو نے میری حفاظت کی۔ اور اگر بندہ نماز کو غیر وقت میں پڑھتا ہے تو وہ اس حال میں اوپر جاتی ہے کہ وہ تاریک ہوتی ہے، آسمان تک جاتی ہے تو وہاں سے پرانے گیلے کپڑے کی طرح لپیٹ کر نمازی کے منہ پر مار دی جاتی ہے اور نمازی کو یوں بد دعا دیتی ہے: اللہ تجھے بھی یونہی ضائع کرے جیسے تو نے مجھے کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث میں بروقت نماز ادا کرنے کی کتنی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ نماز خود نمازی کو دعا دیتی ہے اور قیامت کے دن نمازی کے لئے مغفرت طلب کرے گی۔ لیکن نماز کا اہتمام نہ کرنے والے اور ووقت گزرنے کے بعد پڑھنے والوں کے لئے بڑی سخت وعید ہے کہ ایسی نماز فائدہ مند نہیں ہوتی، بلکہ الٹا

نمازی کے لئے بدعا بھی کرتی ہے۔ اسی طرح جو لوگ نماز تو پڑھتے ہیں لیکن خشوع و خضوع سے نہیں پڑھتے بلکہ جلدی پڑھ لیتے ہیں ان کی نمازوں پر بھی یہی وعدید ہے۔

حدیث نمبر ۵

عَنْ نُوْفَلَ بْنِ مَعَاوِيَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :”مَنْ فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ فَكَأَتَّمَاهُ وَتَرَاهُ مَالُهُ” (مسند أحمد ٣٩/٣٩)

ترجمہ: حضرت نوبل بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشد فرمایا:

جس شخص کی نماز فوت ہو گئی وہ ایسا ہے گویا اس کے گھر کے لوگ اور مال و دولت سب چھین لیا گیا ہو۔ یعنی اگر آدمی سے اس کامال اور بال بچے سب چھین لئے جائیں اور وہ اکیلا کھڑا رہ جائے تو جس قدر رنج و صدمہ اس حالت میں اس کو ہو گا ایسا ہی صدمہ نماز چھوٹنے میں ہونا چاہیے، کیونکہ نماز کا ضائع کرنا بھی انجام کے اعتبار سے ایسا ہی ہے۔ اور آدمی جس قدر اپنے بال بچوں اور مال و دولت کے ضائع ہونے سے ڈرتا ہے اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ نماز کے ضائع ہونے سے ڈرنا چاہیے۔

لہذا نماز بہت اہتمام سے اور توجہ سے باجماعت ادا کرنی چاہئے، بغیر معتبر عذر کے جماعت ہرگز نہ چھوڑنی چاہیے اور پوری نماز آرام واطمینان سے ادا کرنی چاہیے، جلدی جلدی نہ پڑھنی چاہئے۔ اور جس طرح اپنے مقام پر باقاعدہ نماز ادا کرنی چاہئے اسی طرح سفر میں بھی نماز پڑھنی چاہئے۔ بعض خواتین و حضرات سمجھتے ہیں کہ سفر میں نماز معاف ہے اس لئے وہ نمازوں پڑھتے، یہ ناجائز اور بٹا گناہ ہے، کیونکہ سفر کی وجہ سے فرض نمازوں میں قصر ہوتا ہے، لیکن نماز معاف نہیں ہوتی۔

اللہ پاک سب مسلمانوں کو پابندی سے نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔



از: مفتی ابو فیدہ عارف محمد

استاذ و فریض شعبہ تھنیف و تالیف جامعہ فاروقیہ کراچی

تقریب میراث اور اصلاح رسوم

زمانہ جاہلیت میں لوگ جس طرح کفر و شرک میں بنتا تھے، طرح طرح کی ظالمانہ رسماں میں راجح تھیں، غلاموں پر بے جا تشدید کرنا، لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا، قیمتوں اور بیواؤں کا مال ہڑپ کر جانا، اور عورتوں کو ان کے جائز حقوق سے بھی محروم کرنا عام تھا، اسی طرح اس وقت آج کے تہذیب یافتہ دور کی طرح یہ بھی راجح تھا کہ مرنے والے کا مال صرف اور صرف وہ مرد لیتے تھے جو جنگ کے قابل ہوں، باقی ورثا، قیم پچے اور عورتیں، روتے اور چلاتے رہ جاتے، ان کے طاقتوں پچا اور بھائی ان کی آنکھوں کے سامنے تمام مال و ممتاع پر قبضہ جا لیا کرتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے جہاں کفر و شرک کا فورہ، اور دیگر تمام باطل رسماں کی اصلاح ہوئی، اسی طرح قیمتوں کے مال اور عورتوں کے حقوق و میراث کے سلسلے میں بھی تفصیلی احکام نازل ہوئے، دنیاۓ انسانیت جاہلی تہذیب سے نکل کر اسلام کی پاکیزہ معاشرت میں زندگی گزارنے لگی۔

اسباب میراث

زمانہ جاہلیت میں جن اسباب کی وجہ سے آدمی کو میراث ملتی تھی، ان میں ایک سبب ”نسب“ تھا، دوسرا ”معاہدہ“ (یعنی ایک دوسرے سے خوشی و غم میں تعاون کرنا، ایک مرے گا تو دوسرا اس کا وارث بنے گا، اس

بات کا معاهدہ کیا جاتا تھا) تیسرا سبب ”متینی“ (یعنی منه بولا بیٹا) وارث بننا تھا، اس کے علاوہ ابتدائے اسلام میں ان اسباب کے ساتھ ساتھ موالا خات و بھرتو کی وجہ سے بھی میراث میں حصہ تھا، جو حقیقت میں معاهدہ کی ایک صورت تھی۔

وصیت کا حکم

اللہ تعالیٰ کی ذات حکیم و علیم ہے؛ چونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے حالات سے پوری طرح واقف و باخبر ہے؛ اس لیے اپنی حکمت و علم کے پیش نظر زمانہ جاہلیت کی رسوم کی اصلاح کے سلسلے میں تدریجیاً احکام نازل فرمائے، اس سلسلے میں سب سے پہلے یہ حکم نازل فرمایا کہ ہر شخص موت سے پہلے اپنے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لیے اپنی رائے سے مناسب وصیت کرے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمُ الْمَوْتُ أَنْ تَرْكَ خَيْرًا لِّوَصِيَّةٍ لِّلَّهُ الدِّينِ
وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (البقرة: ۱۸۰)

ترجمہ: تم پر یہ فرض کیا جاتا ہے کہ: جب کسی کو موت نزدیک معلوم ہونے لگے، بشرطیکہ کچھ مال بھی ترکہ میں چھوڑا ہو تو والدین اور اقارب کے لیے معقول طور پر کچھ کچھ بتلا جائے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ علیہ بیان القرآن (۱۱۵: ۱) میں اس آیت کی تفسیر میں

روطراز ہیں:

”شروع اسلام میں جب تک میراث کے حصے شرع سے مقرر نہ ہوئے تھے، یہ حکم تھا کہ ترکہ کے ایک ثلث تک مردہ اپنے والدین اور دوسرے رشتہ داروں کو جتنا مناسب سمجھے بتلا جاوے، اتنا تو ان لوگوں کا حق تھا، باقی جو کچھ رہتا وہ سب اولاد کا حق ہوتا تھا، اس آیت میں یہ حکم (یعنی وصیت) ہے

اس حکم کے تین جزو تھے، ایک بجز اولاد کے دوسرے ورثے کے حصص و حقوق ترکہ میں معین نہ ہونا، دو م ایسے اقارب کے لیے وصیت کا واجب ہونا، تیسرا ثلث مال سے زیادہ وصیت کی اجازت نہ ہونا، پس پہلا جزو تو آیت میراث سے منسوخ ہے، دوسرا جزو حدیث سے جو کہ موید بالاجماع ہے منسوخ ہے، اور وجوہ کے ساتھ جواز بھی منسوخ ہو گیا، یعنی وارث شرعی کے لیے وصیت مالیہ باطل ہے، تیسرا جزو اب بھی باقی ہے، ثلث سے زائد میں بدلوں رضا و ارشاد بالغین کے وصیت باطل ہے۔

وصیت کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”مَا حَقٌّ امْرِءٌ مُسْلِمٌ لَهُ شَيْءٌ يُوْصَىٰ فِيهِ يَبِيِّنُتْ لَيْلَتَيْنِ الْأَوَّلَ وَصِيَّتْهُ مَكْتُوبَةٌ“

عندہ“ (صحیح بخاری، کتاب الوصایا، رقم الحدیث: ۲۵۸۷)

ترجمہ: کسی بھی مسلمان کے پاس کوئی چیز ہو جس کی وصیت کرنا ہو تو اس کے لیے یہ بات ٹھیک نہیں کہ دوراتیں گذر جائیں اور اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ مَاتَ عَلَىٰ وَصِيَّتِهِ مَاتَ عَلَىٰ سَبِيلٍ وَسَنَةٍ وَمَاتَ عَلَىٰ نَقَىٰ وَشَهَادَةٍ“

وَمَاتَ مَغْفُورًا إِلَهًا“ (سنن ابن ماجہ، الحث علی الوصیۃ، رقم الحدیث: ۲۷۰)

ترجمہ: جس شخص کو وصیت پر موت آئی (یعنی وصیت کر کے مرا) وہ صحیح راستہ اور سنت پر مرا، اور تقویٰ اور شہادت پر مرا، اور بخشنہ ہوا ہونے کی حالت میں مرا۔

وصیت کے حوالے سے بتدریج حکام نازل ہوئے ان پر عمل ہوتا گیا تو پھر میراث کے حوالے سے تدریجیاً حکام نازل ہونا شروع ہوئے، اس سلسلے میں سب سے پہلا حکم یہ نازل ہوا کہ میراث جیسے مردوں کا حق ہے، اسی طرح عورتوں کا بھی حق ہے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی نازل ہوا:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالآقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا

تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالآقْرَبُونَ مَمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَغْفُرٌ وَضَاءً﴾ (النساء: ۷)

ترجمہ: مردوں کے لیے بھی حصہ ہے اس (مال) میں جو ماں باپ اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائے، خواہ وہ چیز کم ہو یا زیادہ، حصہ بھی ابسا جو قطعی طور پر مقرر ہے۔

اس آیت کے نازل ہونے کا پس منظر کچھ یوں ہے، تفسیر قرطبی میں ہے کہ: حضرت اوس بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو انہوں نے پس مانگان میں الہمیہ ام گنجہ اور تین بیٹیاں چھوڑیں، حضرت اوس بن ثابت کے پچزاد بھائی سوید اور عربجہ جوان کے وصی بھی تھے، انہوں نے سارا مال خود لے لیا اور امام کجہ اور حضرت اوس رضی اللہ عنہ کی بیٹیوں کو جائیداد میں حصے سے محروم کر دیا، مظلوموں کا ماوی اور بیجا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کون تھا؟!، چنانچہ ام کجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور سارا ماجرا عرض کیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے مکان لوٹ جاؤ، جب تک اللہ کی طرف سے کوئی فیصلہ نہ آئے تم صبر کرو، اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اجمالي طور سے اس آیت میں زمانہ جاہلیت کے اس عمل کی نفعی فرمائی اور میراث میں عورتوں کا حصہ ہونے کا حکم بھی ارشاد فرمایا کہ میراث صرف مردوں کا حق نہیں؛ بلکہ اس میں عورتوں کا بھی حق ہے، اس آیت کے نازل ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوید اور عربیہ کو حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ نے میراث میں عورتوں کا بھی حصہ مقرر فرمایا ہے؛ لہذا تم اوس بن ثابت کے مال کو بحفاظت رکھنا، اس میں سے کچھ خرچ نہ کرنا۔

تفسیر مظہری میں ہے کہ اس واقعہ کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا اور عورتوں کا حصہ ابھی تفصیلی طور سے بیان نہیں کیا گیا تھا، دوسرا واقعہ پیش آیا، تین بھرجی احادیث کی لڑائی میں جلیل القدر صحابی سعد بن رفیع النصاری رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، ان کی شہادت پر حسب مستور بھائیوں نے تمام مال و جائیداد پر قبضہ کر لیا اور ان کی الہیہ اور دو بیٹیوں کو میراث سے محروم کر دیا، حضرت سعد کی اہلیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں آ کر واقعہ بیان کیا کہ سب مال ان کے چھانے لیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ صبر کرو عنقریب اللہ تعالیٰ اس بارے میں کوئی فیصلہ فرمادیں گے۔

میراث کے تفصیلی احکام

تفسیر قطبی، مظہری اور روح المعانی میں ہے کہ اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے عورتوں اور لڑکیوں کا حصہ بیان کرنے کے لیے اس آیت کو نازل فرمایا ﴿يؤوصينَ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلَّدُكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيْنِ﴾ (النساء: ۱۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے حکم دیتا ہے کہ ایک لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ ملے گا۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے والدین کو صاف صراحتاً حکم دیا ہے کہ جس طرح میراث میں بیٹیوں کا حق ہے اسی طرح بیٹیوں کا بھی حق ہے، اس آیت کے نازل ہونے پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کے بھائی سے کہلوایا کہ اپنے بھائی کے مال میں سے دو لٹھ لڑکیوں کو اور آٹھواں حصہ ان کی بیوہ کو دو، اور باقی مال تمہارا ہے، اسلام کے قاعدة میراث کے مطابق سب سے پہلے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی میراث تقسیم ہوئی۔

زندگی میں مال و جائیداد کی تقسیم

بعض حضرات اپنی زندگی ہی میں اپنا مال و جائیداد اولاد و اقربا میں تقسیم کر دیتے ہیں، عام طور سے دیکھنے میں آیا ہے کہ صرف بیٹوں کو حصہ دیا جاتا ہے اور بیٹیوں اور بیوی کو محروم کر دیا جاتا ہے، جب کہ بعض بیٹیوں کو حج کروانے کا لائق دے کر حصہ سے محروم رکھتے ہیں، ان لوگوں کو حالت صحت میں اگرچہ مال میں تصرف کا مکمل اختیار ہے؛ لیکن یاد رہے ان کا یہ عمل اسلامی تعلیمات اور اس روحِ مقتضی کے خلاف ہے؛ چنانچہ امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بنو سلمہ میں میری عیادت کے لیے تشریف لائے، مجھ پر بے ہوشی طاری تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی ملنگوایا، وضوفر مایا اور کچھ چھینیں مجھ پر ماریں، مجھ کچھ کھافا قہ ہوا، میں نے پوچھا کہ میں اپنی اولاد کے درمیان اپنا مال کیسے تقسیم کروں؟ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ”بِوَصِيْنِكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمُ الْحُكْمُ“ (صحیح بخاری، کتاب الجموع، رقم: ۷۵۷، صحیح مسلم، کتاب الفرائض، باب: میراث الکلال، رقم: ۳۲۳، سنن ترمذی، کتاب الفرائض، باب: میراث البنین مع البنات، رقم: ۴۰۹۶)

اس آیت میں والدین کو حکم دیا گیا ہے کہ لڑکوں کی طرح لڑکیوں کو بھی مال میں سے حصہ دو۔ مشکلة تشریف کی ایک صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ بعض لوگ تمام عمر اطاعت خداوندی میں مشغول رہتے ہیں؛ لیکن موت کے وقت وارثوں کو ضرر پہنچاتے ہیں یعنی کسی شرعی عذر اور وجہ کے بغیر کسی حیلے سے یا توقع داروں کا حصہ کم کر دیتے ہیں، یا مکمل حصے سے محروم کر دیتے ہیں، ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ سید ہے جہنم میں پہنچا دیتا ہے۔

قارئین کرام! غور فرمائیں! میراث کے بارے میں اللہ کے ایک حکم کے سلسلے میں جیلے بہانوں سے کام لینے والوں کی تمام عمر کی عبادتیں، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تبلیغ اور دیگر اعمال ضائع ہونے کا قوی اندیشه ہوتا ہے؛ بلکہ ایسے شخص کے بارے میں جہنم کی سخت وعید بھی وارد ہوئی ہے، سنن سعید بن منصور کی روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ان الفاظ میں مردی ہے: ”مَنْ قَطَعَ مِيراثًا فَرَضَهُ اللَّهُ قَطَعَهُ مِيراثُهُ مِنَ الْجَنَّةِ“ (رقم: ۲۵۸) یعنی جو شخص اپنے مال میں سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ میراث کو ختم کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ جنت سے اس کی میراث ختم کر دیتے ہیں۔

عورتوں کے حصوں کے بیان کرنے میں قرآن کا اسلوب

معزز قارئین! آپ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں غور فرمائیں ”لِذَكْرِ مِثْلُ حَظِ الْأُنْثَيْنِ“ یعنی لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ ملے گا، اللہ تبارک و تعالیٰ نے: ”لِالْأُنْثَيْنِ مِثْلُ حَظِ الذَّكْرِ“ نہیں فرمایا کہ دو لڑکیوں کو ایک لڑکے جتنا حصہ ملے گا، علامہ آلویؒ نے روح المعانی میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے للذکر مثل حظ الا نثین فرمایا، اس کی وجہ یہ ہے اہل عرب صرف لڑکوں کو حصہ دیا کرتے تھے، لڑکیوں کو نہیں دیتے تھے، ان کی اس عادت سیئہ پر رد اور لڑکیوں کے معاملے میں اہتمام کے لیے فرمایا کہ لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ ملے گا، گویا یہ فرمایا کہ صرف لڑکوں کو حصہ دیتے ہو، ہم نے ان کا حصہ دکنا کر دیا ہے لڑکیوں کے مقابلے میں؛ لیکن لڑکیوں کو بھی حصہ دینا ہوگا، ان کو میراث سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ ”احکام القرآن“ میں اس آیت کے بارے فرماتے ہیں: ہذیه الآیۃ رُکْنٌ مِنْ اَرْکَانِ الْتَّبَیِّنِ وَعُمَدَةٌ مِنْ عُمُدِ الْتَّبَیِّنِ وَأُمُّ مِنْ اُمَّهَاتِ الْآیَاتِ، فَإِنَّ الْفَرَائِضَ عَظِيمَةُ الْقُدْرٍ، حَتَّىٰ اُنَّهَا ثُلُثُ الْعِلْمِ“ یہ آیت (بِيُؤْصِلُّمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ) ارکان دین میں سے ہے اور دین کے اہم ستونوں میں سے ہے اور امہات آیات میں سے ہے؛ اس لیے کہ فرائض (میراث) کا ہمت عظیم مرتبہ ہے، یہاں تک کہ یہ ثلث علم ہے۔ اس آیت کریمہ میں میراث کے احکام بیان فرمانے کے بعد، اس کے اخیر میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ﴿لِكُلِّ خُدُودِ اللَّهِ﴾ یہ میراث کے احکام اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ حدود ہیں، ان حدود پر عمل کرنے والوں کے لیے بطور انعام و جزا کے فرمایا: ﴿مَنْ يَعْصِي اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخَلُهُ جَنَّةٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾

ترجمہ: جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے ایسی جنت میں داخل فرمائیں گے جس کے نیچے سے نہریں بھتی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ میراث کے سلسلے میں اللہ کے بیان کردہ احکامات پر عمل نہ کرنے والوں کے لیے آگ اور ذلت کا عذاب ہوگا، ارشادِ ربانی ہے: ﴿وَمَنْ يَعْصِي اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ خُدُودَهُ يُدْخَلُهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِمٌ﴾

ترجمہ: جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے اور اس کی بیان کردہ حدود سے تجاوز کرتا ہے، اللہ اس کو آگ میں داخل کر دیں گے؛ جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے ذلت آمیز عذاب ہوگا۔

جاہلۃ طریق عمل

بیٹوں کو حصہ دے کر بیٹیوں کو محروم کرنا، یا بھائی اور چچا وغیرہ کا خود لے کر عورتوں کو محروم کرنا، یہ زمانہ جاہلیت کے کفار کا طریق عمل ہے، حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمہ اللہ علیہ محدث دارالعلوم دیوبند نے ”مفید الوارثین“ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے واضح اور صریح حکم کو پس پشت ڈال کر ایک کافرانہ رسم پر عمل کرنا کوئی معمولی خطا نہیں ہے، نہایت سرکشی اور اعلیٰ درجے کا جرم ہے؛ بلکہ کفر تک پہنچ جانے کا اندیشہ ہے۔

یاد رہے کہ میراث کا علم شریعت میں نہ صرف مطلوب ہے؛ بلکہ اس کی بہت زیادہ اہمیت بھی ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نصف علم قرار دیا ہے، دائرۃ النور میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿تَعْلَمُوا الْفِرَائِصَ وَعَلِمُوا النَّاسَ، فَإِنَّهُ نِصْفُ الْعِلْمِ، وَهُوَ أَوَّلُ شَيْءٍ يُنْسَى وَهُوَ أَوَّلُ شَيْءٍ يُنْتَهَى مِنْ أَمْمَنِ﴾ (کتاب الفرائض رقم: ۱)

ترجمہ: اے لوگو! فرائض (میراث) کے مسائل سیکھو، اور اسے لوگوں کو سکھاؤ بے شک وہ نصف علم

ہے اور وہ سب سے پہلے بھلا کیا جائے گا اور وہ سب سے پہلے میری امت سے اٹھایا جائے گا۔

بہت سارے دین دار کہلانے والے لوگ جو نماز، روزہ اور دیگر اسلامی احکام کے پابند تو ہوتے ہیں، ان کو ادھر ادھر بہت ساری باتیں، قصے، کہانیاں تو یاد رہتی ہیں؛ لیکن میراث کا کوئی ایک مسئلہ بھی ان کو معلوم نہیں، یہ انتہائی درجہ غفلت کی بات ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس غفلت سے محفوظ رکھے۔

ورثاء کے لیے مال چھوڑنا

اپنی اولاد اور ورثاء کے لیے مال چھوڑنا بھی ثواب کا کام ہے، امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے کہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں فتح کہے والے سال ایسا یہاں رہوا کہ یہ محسوس ہوتا تھا کہ گویا ابھی موت آنے والی ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس بہت سامال ہے، میری صرف ایک ہی بیٹی کو میراث کا حصہ پہنچا ہے، تو کیا میں اپنے پورے مال کی وصیت کر دوں؟ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، میں نے عرض کیا: آدھے مال کی وصیت کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، میں نے عرض کیا: تہائی مال کی وصیت کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تہائی کی وصیت کر سکتے ہو اور تہائی بھی بہت ہے، پھر فرمایا: "إِن تَذَعْ وَرَثَكَ أَغْنِيَاءً، خَيْرًا مِنْ أُنْ تَذَعْهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسُ فِي أَيْدِيهِمْ" تم اپنے ورثاء کو مال داری کی حالت میں چھوڑ جاؤ یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انھیں تنگدستی کی حالت میں چھوڑ دو کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلا سکیں (صحیح بخاری، کتاب الجموعہ، رقم: ۲۷۴۲)۔

آخر میں ایک دفعہ مکرر یہ گزارش ہے کہ یتیموں، عورتوں، اور بیٹیوں کو میراث اور جائیداد میں حصے سے محروم کرنا بہت بڑا جرم ہے اور گناہ ہے، قانون خداوندی سے بغاوت کے مترادف ہے، اس بارے میں کسی قسم کے حیلوں اور بہانوں کا سہارا نہ لیا جائے؛ بلکہ جو شرعی حصہ داروں کا حق بتا ہے، وہ ان کے سپرد کر دیا جائے، ہاں! اگر اپنے حصے پر قبضہ کرنے کے بعد وہ اپنی رضا و رغبت سے کچھ، یا سارے کسی کو دینا چاہے تو اس کے لیے لینا جائز ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ: "ہمیں پورے دین پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور میراث کے حوالے سے پائی جانے والی غفلتوں کے ازالے کی ہمت عطا فرمائے، امت مسلمہ کی تمام پریشانیوں اور مشکلات کو آسانیوں اور عافیت میں بدل دے۔ آمین



مفتی محمد فیصل حیدر

شعبہ تصنیف و تالیف، جامعہ دارالتحقیق لاہور

صبر و شکر

ایمان کے دو حصے

حضور نبی کریم کا ارشاد ہے کہ ایمان کے دو حصے ہیں: آدھا ایمان صبر میں ہے اور آدھا شکر میں۔ درحقیقت انسان کی زندگی خوشی غنی، وسعت و تنگ دستی، راحت و آرام اور مصائب و آلام ان سب حالات کا مجموعہ ہے، اسے اپنی زندگی میں ہر وقت صبر یا شکر میں سے کسی ایک صفت کو خاص طور پر اپنانے کی ضرورت رہتی ہے، مسلمان کی عجیب شان ہے کہ مصائب و مشکلات میں صبر سے کام لے کر ایک طرف تو وہ اپنے غنوں کا مدارکرتا ہے اور دوسری طرف اسے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے، اور جب اللہ تعالیٰ اسے کوئی خوشی دے تو اس نعمت پر شکر کر کے عظیم الشان اجر و ثواب کا مستحق ہو جاتا ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَنْزَهَهُ كَلَّهُ لَهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ
أَصَابَهُ شَرٌّ إِلَّا شَكَرَ فَكَانَ خَيْرٌ الَّهُ، وَإِنْ أَصَابَهُ شَرٌّ إِلَّا صَبَرَ فَكَانَ خَيْرٌ الَّهُ۔

ترجمہ: مومن بندے کا معاملہ بھی عجیب ہے، ہر معاملے میں اس کے لیے بہتری ہے، مومن کے علاوہ اور کسی کو یہ بات حاصل نہیں، اگر اسے کوئی خوشی ملے تو اس پر شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے اور اگر اسے کوئی دکھ اور رنج پہنچتا ہے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے اور یہ صبر بھی اس کے لیے سراسر خیر اور موجب برکت ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم)

صبر کیا ہے؟

عربی زبان میں صبر کا لفظی معنی ہے، رک جانا، باز رہنا، برداشت کرنا اور ثابت قدم رہنا۔ اور شریعت کی اصطلاح میں مصائب و مشکلات کو برداشت کرنے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے باز رہنے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری پر ثابت قدم رہنے کو صبر کہا جاتا ہے۔

مصیبہ پر صبر کرنا

المصائب ومشکلات اور بیماری و تگ و تی انسان کی دنیاوی زندگی کا حصہ ہیں اور ہر انسان کو زندگی میں کچھ ناگواریوں اور مشکلات کا سامنا ضرور کرنا پڑتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{ولَيَلْبُونَكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخُوفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ
وَالشُّمُرٍ طَ وَبِشَرِ الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مَصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ
رَجُعونَ}

ترجمہ: ”اور دیکھو ہم تمھیں آزمائیں گے ضرور (کبھی) خوف سے اور (کبھی) بھوک سے اور (کبھی) مال و جان اور پھلوں میں کمی کر کے۔ اور جو لوگ ایسے حالات میں صبر سے کام لیں ان کو خوشخبری سنادو۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب انھیں کوئی مصیبہ پہنچتی ہے تو یہ کہتے ہیں کہ: ”ہم سب اللہ ہی کے ہیں اور ہم کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔“

ایک بزرگ فرماتے ہیں جیسے کوئی مشق باپ اپنا کار و بار اپنے بیٹے کے حوالے کرے اور اسے زندگی بھر کے تجربات سے آگاہ کرتے ہوئے کار و بار کے نشیب و فراز کے بارے میں بتائے کہ آئندہ اسے کیا کیا مشکلات پیش آسکتی ہیں اور ساتھ ہی ہر مشکل سے نکلنے کا حل بھی بتا دے، ایسے ہی اللہ رب العزت جو کے تمام مہربانوں میں سب سے زیادہ مہربان ہیں انسان کو پہلے ہی سے آنے والے حالات سے آگاہ فرمار ہے ہیں کہ دیکھو یہ حالات تم پر آئیں گے اور ضرور آئیں گے، ان تمام مشکلات سے نہیں کا طریقہ یہ ہے کہ صبر کا دامن تحام لینا۔“

مصیبہ پر صبر کرنے کا طریقہ

بیماری، تگ و تی، مصیبہ یا کسی حادثے پر طبعی طور پر ناگواری ہونا ایک فطری امر ہے، اپنے کسی عزیز

کے انتقال پر آنکھوں سے آنسو جاری ہو جانا اور بیماری میں آہ نکل آنا ایک ایسا امر ہے کہ جس پر قابو پانا انسان کے اختیار میں نہیں، اسی وجہ سے شریعت مطہرہ نے اس سے منع بھی نہیں کیا، ہاں ایسے وقت میں چیز و پیکار نہ کرے اور نہ شکوہ یا شکایت کا کوئی کلمہ زبان سے نکالے، حدیث پاک میں ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، لیکن زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے:

”ان العین تدمع والقلب يحزن ولا نقول إلا ما يرضي ربنا وانا بفراقك“

یا ابراہیم لمحزونون۔“

ترجمہ: ”بے شک آنکھ تروتی ہے اور دل غم زده ہے لیکن ہم وہی کہتے ہیں جس سے اللہ راضی ہو، اے ابراہیم! ہم تمھاری جدائی میں غم زدہ ہیں۔“

اور چونکہ ہر مصیبت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{ما اصحاب من مصيبة الا باذن الله}

ترجمہ: ” المصیبت جو بھی آتی ہے وہ اللہ کے حکم سے آتی ہے۔“

اس لیے مصالح پر صبر کرنے کا سب سے موثر نہیں یہ ہے کہ اطاعت و فرمان برداری کر کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کو موجز نہ کر لیا جائے، پھر ہر مصیبت ہلکی لگنے لگے گی، کیونکہ دنیا کا قاعدہ ہے کہ محبوب کی طرف سے آنے والی ہر چیز محبوب ہوتی ہے، چاہے وہ طبیعت پر گراں ہی کیوں نہ ہو، بقول کسے:

ارید وصاله ویرد هجری
وأترک ما اريد لما يريد

(میں اس کا وصال چاہتا ہوں اور وہ مجھ سے فراق چاہتا ہے، سو میں اپنی چاہت چھوڑتا ہوں تاکہ اس کی چاہت برائے)

لہذا یہ سوچ کر مصیبت پر راضی رہنا اور صبر سے کام لینا چاہیے کہ یہ میرے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے جو کہ میرا محبوب ہے اور اس وقت وہ مجھے اسی حال میں دیکھنا چاہتا ہے، لیکن ساتھ ہی اس بیماری یا مصیبت کے ازالے کی تدبیر اور کوشش بھی جاری رکھنی چاہیے، اس لیے کہ یہ بھی اُسی محبوب کا حکم ہے۔

مصیبت اور پریشانی کی مثال

انسان پر آنے والی مشکلات اللہ تعالیٰ کی محبت کا مظہر ہیں، اللہ تعالیٰ جس شخص سے جتنی محبت رکھتے ہیں اس کو اتنا آزمائشوں میں ڈالتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ آزمائشیں انبیاء کرام علیہم السلام پر آتی رہی ہیں، علامہ اقبال کہتے ہیں:

شہپر زاغ و زعن در بند قید و صید نیست

ایں سعادت قسمِ شہباز و شاہین کردہ اند

(کوئے اور چیل کو کوئی قید یا شکار نہیں کرتا، قدرت نے یہ سعادت شہباز و شاہین ہی کی قسمت میں رکھی ہے)

ایسے ہی مصائب و مشکلات بھی اللہ کے محبوب بندوں پر آتی ہیں، ایک اللہ والے فرماتے ہیں: اس کی ایسی مثال ہے جیسے: رات گئے ماں کو اپنے سوتے ہوئے بچے پر بیمار آئے اور وہ اسے جگا کر کر پیار کرنے لگے تو بچہ کچی نیند اٹھنے کی وجہ سے روتا ہے، لیکن روکر آتا ماں ہی گود میں ہے اور ماں کو اس وقت یہ روتا ہوا ہی اچھا لگتا ہے، ایسے ہی مصائب و مشکلات بھیج کر اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندے کو اپنے در پر ماتھا ٹیک کر روتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔

عارفین صوفیاء فرماتے ہیں: تین دن کی بیماری سے انسان اللہ تعالیٰ کے جنتا قریب ہوتا ہے اور اس کے درجات جس قدر بند ہوتے ہیں تین سال کی ریاضت و وظائف سے اتنے درجات بلند نہیں ہوتے، لہذا کسی کو نوازے کا ایک طریقہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر مشکل حالات بھیج دیتے ہیں، کسی نے خوب کہا ہے:

اُن کے اندازِ کرم خاص ہوا کرتے ہیں

دل بڑھانا ہو تو دل توڑ دیا کرتے ہیں

اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشار ہے:

{بِيَاهِ الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّابِرِ وَالضَّلُوعَةِ طَانَ اللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ}

ترجمہ: ”اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعے (اللہ کی) مدد حاصل کرو، بے شک اللہ صبر کرنے

والوں کے ساتھ ہے۔“

اس سے بڑی اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ آدمی کو اللہ تعالیٰ کا ساتھ نصیب ہو جائے اور چند ہی لوگ ایسے خوش نصیب ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ: ”میں ان کے ساتھ ہوں“ صبر کرنے والے بھی ان ہی لوگوں میں سے ہیں۔

三

انعاماتِ خداوندی

مال و دولت، حکومت و سلطنت، کوٹھی و بگھے، بڑی بڑی جائیدادیں اور زمینیں اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں ہیں جو دنیا میں ہر کسی کو حاصل نہیں، لیکن ان کے علاوہ اور بہت ساری نعمتیں ایسی ہیں جو تمام انسانوں کے لیے عام ہیں۔ چنانچہ صحت و عائیت، امن و سلامتی، ہوا اور پانی، سورج کی دھوپ، چاند کی روشنی اور اعضا و جوارح کا صحیح سالم ہونا اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں ہیں کہ ہر کس و ناکس کو حاصل ہیں، کہتے ہیں کہ ایک روٹی پک کر اس وقت تک سامنے نہیں آتی جب تک اس میں تین سو ساٹھ کام کرنے والوں کا عمل نہیں ہوتا۔ سب سے اول حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے سے ناپ کر چیزیں نکالتے ہیں۔ پھر وہ فرشتے جو بارش پر مامور ہیں بادلوں کو چلاتے ہیں، پھر چاند، سورج، آسمان پھر وہ فرشتے جو ہواؤں پر مامور ہیں پھر کاشکار، نجذالنے اور ہل جوتنے والے، یوں اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کو حکم دینے سے لے کر لقمہ تیار ہونے تک اس میں عمل کرنے والوں کی ایک طویل فہرست ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کی خوراک مہیا کرنے پر معمور کر رکھا ہے، ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے خود انسان کے رزق کی تیاری کے مراحل کو ذکر فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

{فَلَيُنْظِرِ الْإِنْسَانَ إِلَى طَعَامِهِ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبَبًا ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقَّاً}

فَانْبَثَنَا فِيهَا حَبَّاً وَعَنْبَأَا وَقَصْبَأَا وَرِيْنُوْنَا وَنَحْلَأَا وَحَدَائِقَ غُلْبَأَا وَفَاكِهَةَ وَأَبَأَا

{مَتَّا عَالَكُمْ وَلَا نَعَامِكُمْ ۝

ترجمہ: ”پس ذرا انسان اپنے کھانے ہی کو دیکھ لے کہ ہم نے اوپر سے خوب پانی برسایا، پھر ہم نے زمین کو عجیب طرح پھاڑا، پھر ہم نے اس میں غلے لگائے، انگور اور ترکاریاں اور زیتون اور بھجور، اور گھنے

گھنے باغات، اور میوے اور چارہ، سب کچھ تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے لیے۔“

اس کے علاوہ قرآن پاک میں سینکڑوں مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو پہچانے اور ہر نعمت کو اللہ تعالیٰ ہی کا احسان سمجھ کر اس کا شکر ادا کرے۔ لیکن اللہ انسانوں کی شکایت کرتے ہیں کہ: {وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبادِي الشُّكُورُ} (میرے بندوں میں شکر گزار تو ہوڑے ہی ہیں)

شکر کیسے پیدا ہو؟

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

إذَا نَظَرَ أَحَدُكُمْ إِلَى مَنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ فِي الْمَالِ وَالْخُلُقِ فَلَيَنْظُرْ إِلَى مَنْ هُوَ

آسفَلُ مِنْهُ ۝ (مشکوٰۃ المصایح)

جب آدمی کسی ایسے شخص کی طرف دیکھے جو مال یا صورت میں اپنے سے اعلیٰ ہو تو ایسے شخص کی طرف بھی غور کر لے جو ان چیزوں میں اپنے سے کم ہو۔

عون بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں اکثر مالداروں کے پاس بیٹھا کرتا تھا تو میری طبیعت غمگین رہتی تھی کسی کا گھوڑا اپنے سے اعلیٰ دیکھتا، کسی کے کپڑے اپنے سے بہتر دیکھتا تو اپنے کپڑوں کے ادنی ہونے پر اپنی ذات محسوس کرتا جس سے رنج ہوتا تھا پھر میں نے فقراء کے پاس بیٹھنا شروع کر دیا تو مجھے اس رنج سے راحت مل گئی کہ ان لوگوں سے اپنی چیزوں کو افضل دیکھتا ہوں (احیاء العلوم)

حضرت پاک کا ارشاد ہے: ”جس آدمی میں دو خصلتیں ہوں اللہ تعالیٰ اسے شاکرین و صابرین (شکر گزار اور صبر کرنے والوں) میں لکھے گا، جو شخص دینداری میں اپنے سے اوپر والوں کو دیکھ کر ان کی پیروی کرے اور دنیا داری میں اپنے سے نیچے والوں کو دیکھے (اپنی حالت پر) اللہ کی حمد و شنا کرے (یعنی الحمد للہ کہے اور شکر ادا کرے) تو اللہ تعالیٰ اس کو شکر گزار اور صبر کرنے والوں میں لکھ دیتا ہے۔

شکر کی اہمیت

جو شخص اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر ادا کرتا ہے وہ اجر و ثواب میں آزمائشوں پر صبر کرنے والوں کے درجات پالیتا ہے، جیسا کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”الطاعوم الشاكر كالصائم الصابر“

”کھا کر شکر ادا کرنے والا (اجر و ثواب میں) روزہ رکھ کر صبر کرنے والے کی طرح ہے۔“
نیز اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ شکر کرنے والے کی نعمت میں اور اضافہ فرماتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”لئن شکر تم لا زید نکم“

ترجمہ: ”اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمھیں اور زیادہ دوں گا۔“

شکر ادا کرنے کی تاکید سے بھی انسان ہی کا فائدہ ہے، اللہ تعالیٰ کو ہمارے شکر کی نہ ضرورت ہے نہ وہ اس کے محتاج ہیں، جیسا کہ قرآن نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا قول نقل کیا ہے کہ:

{وَمِنْ شَكْرِ فَانِمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمِنْ كَفْرِ فَانِي رَبِّيْ غَنِيْ كَرِيمٌ}

ترجمہ: ”اور جو کوئی شکر کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لیے شکر کرتا ہے، اور اگر کوئی ناشکری کرتے تو میرا پروردگار بے نیاز ہے، کرم ہے۔“

شکر کیسے کیا جائے

جس طرح یہ بات ضروری ہے کہ تمام نعمتوں کو اللہ تعالیٰ ہی کی عطا سمجھ کر ان پر زبان سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، ایسے ہی اپنے عمل سے بھی شکر ادا کرنا ضروری ہے، علمائے کرام نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا عملی شکر۔ یہ ہے کہ جو نعمت اللہ تعالیٰ نے جس مقصد کے لیے دی ہے اسے اسی مقصد میں استعمال کرے، مثلاً: زبان اللہ کی نعمت ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ اس سے خیر کی بات کہی جائے، مثلاً: اللہ تعالیٰ کا ذکر، قرآن پاک کی تلاوت، اچھی باتوں کا حکم اور بری باتوں سے منع کرنا وغیرہ الہذا زبان کا شکر۔ یہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے موقع پر ہی استعمال کیا جائے، ایسے ہی آنکھ، کان، ہاتھ پاؤں، مال و دولت وغیرہ سب چیزیں ہیں، امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”شکر کی حقیقت یہ ہے کہ اس کا اعتراف کرے کہ یہ نعمت فلاں منعم نے دی ہے اور پھر اس کو اس کی اطاعت اور مرضی کے مطابق استعمال کرے۔ اور کسی کی دی ہوئی نعمت کو اس کی مرضی کے خلاف استعمال کرنا ناشکری ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شکر جس طرح زبان سے ادا ہوتا ہے اس طرح عمل سے بھی شکر ادا ہوتا ہے، اور عملی شکر اس نعمت کا اس کے دینے والے کی اطاعت و مرضی کے مطابق استعمال ہے۔“ (معارف القرآن)
اور اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے خاندان والوں کو شکر ادا کرنے کا طریقہ خود بتایا کہ:

{اَعْمَلُوا اَلَّا دَاؤَ دَشْكُرَا}

”ترجمہ:- اے داؤ د علیہ السلام کے خاندان والو! تم شکر یہ میں نیک کام کیا کرو۔“
علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آل داؤ د علیہ السلام دونوں طرح کا شکر ادا کرتے تھے، قولًا بھی اور فعلًا بھی۔ ثابت بنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ حضرت داؤ د علیہ السلام نے اپنے اہل و عیال اور عورتوں پر اس طرح اوقات کی پابندی کے ساتھ نفل نماز تقسیم کی تھی کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی نماز میں مشغول نظر آتا تھا۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت ابو عبد الرحمن اسلیمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نماز شکر ہے، روزہ شکر ہے اور ہر نیک کام شکر ہے۔ اور محمد بن قرظی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شکر: تقویٰ اور عمل صالح کا نام ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

نعمتوں پر شکر کے لیے دعا

نعمتوں پر شکر کے لیے یہ دعا پڑھیے:

اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهُ وَ لَكَ الشُّكْرُ كُلُّهُ وَ لَكَ الْمُلْكُ كُلُّهُ وَ لَكَ
الْخَلْقُ كُلُّهُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ كُلُّهُ وَ إِلَيْكَ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ أَسْأَلُكَ الْخَيْرَ كُلُّهُ
وَ أَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهِ

ترجمہ:- اے اللہ! سب تعریفیں تیری ہی ہیں اور سارا شکر بھی تیرے لیے ہے اور ساری بادشاہت تیری ہے اور تمام مخلوق تیری ہے۔ ساری بھلائیاں تیرے ہی قبضہ میں ہیں اور ہر معاملہ آخر کار تیرے ہی سامنے آتا ہے۔ ہذا میں ہر بھلائی تجھ سے مانگتا ہوں اور ہر شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے: جو شخص صح کو یہ پڑھ لے:

اللَّهُمَّ مَا أَصْبَحَ بِي مِنْ نِعْمَةٍ أَوْ بِأَحَدٍ مِنْ خَلْقِكَ فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَا
شَرِيكَ لَكَ فَلَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ۔

تو اس نے اس دن کے انعاماتِ خداوندی کا شکر ادا کر دیا۔ اور اگر شام کو کہہ لے تو اس رات کے انعاماتِ خداوندی کا شکر ادا کر دیا۔ (سنن ابی داؤد)

فائدہ: اگر شام کو پڑھتے تو ”مَا أَصْبَحَ بِي“ کی جگہ ”مَا مَسَّنِي بِي“ پڑھتے۔



مولانا محمد حذیفہ وستانوی

رمضان کے بعد کی زندگی

اللہ نے زندگی اور موت کو اپنے قبضہ قدرت میں رکھا ہے اور یہ بندوں پر اللہ کا فضل اور رحمت ہے، ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ رمضان جیسا با برکت مہینہ عطا کیا اور اس کے بعد کی زندگی سے مالا مال کیا، ورنہ کتنے ہی لوگ رمضان میں اللہ کو پیارے ہو گئے، کتنے ہی ایسے ہیں جو رمضان کے بعد چل دیے، مگر ہم ہیں کہ اللہ نے بغیر کسی استحقاق کے زندگی عطا کی۔ یہ زندگی عیش و عشرت اور وقت گزاری کے لیے نہیں ہے، بلکہ یہ زندگی موت کے بعد کی زندگی کی تیاری کے لیے ہے۔

اب ہمیں خور کرنا چاہیے کہ ہم نے اس ابد الآباد کی زندگی کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ کیا صرف رمضان المبارک میں قرآن کی کثرت تلاوت اور نماز کا اہتمام ہماری نجات کے لیے کافی ہے؟ یا اس طویل زندگی کے لیے طویل جدوجہد لازم ہے؟ اللہ کا دستور یہ رہا ہے کہ انسان حتیٰ محنۃ کرے گا اسی کے بعد راجر حاصل کرے گا، مگر افسوس ہم مسلمانوں پر!..... دشمنان اسلام اور اعدائے دین کے جالوں میں ہم ایسے پھنس گئے کہ الامان والحقیقت!! دنیاداری اور آخرت فراموشی ہمارے معاشرے میں عام ہے۔ غرض کہ ہمارا معاشرہ سال کا اکثر حصہ عبادات اور سنتوں سے اعراض کے ساتھ گزارتا ہے، نہ نماز، نہ سنن موکدہ کا اہتمام، نہ دینگیر شرعی احکامات پر عمل درآمد۔ البته رمضان المبارک میں ایک طبقہ قدرے غیر رمضان کے مقابل میں اسلامی احکامات کی طرف متوجہ ہوتا ہے، مگر رمضان المبارک کے بعد پھر وہی روٹ، جیسے ہی عید کا

چاند نظر آتا ہے فوراً شریعت کی مخالفت شروع ہو جاتی ہے، بہت سے وہ لوگ جو رمضان میں نماز کے پابند تھے عشا کی نماز ہی سے ترک صلوٰۃ کا آغاز کر دیتے ہیں اور بس پھر پوچھنا ہی کیا عید کے لیے فضول خرچی اور زیب وزینت کی لیے شرعی احکامات کی پامالی تو گویا ہمارے معاشرے کا معمول بن چکا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ:

کیا صرف رمضان ہی میں ہم نماز کے مقابلہ ہیں؟!

کیا صرف رمضان ہی میں ہم اطاعت کے مجاز ہیں؟!

کیا صرف رمضان ہی میں احیائے سنت ضروری ہے؟!

کیا صرف رمضان ہی میں نیکی کرنے سے کام بن جائے گا؟!

تو آئیے! ہم اپنی اس غلط روشن کی اصلاح کرتے ہیں، رمضانی کے بجائے ربانی بننے کی کوشش کرتے ہیں، اللہ ہماری مدد فرمائے اور ہمیشہ نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین
جو شخص موت کے بعد کی زندگی پر یقین رکھتا ہو اور اس کا ایمان ہو کہ یہ دنیا دلگی نہیں، بلکہ عارضی ہے اور آخرت کی تیاری کے لیے ہے، یہاں جیسا یو یا جائے گا ویسا کل قیامت کے دن کا ناجائے گا تو وہ اس کی تیاری میں مشغول ہو جاتا ہے اور وہ ہمیشہ کی زندگی ہے، الہذا اس کی تیاری بھی ویسی ہی کرنا ہے۔

”امام فاہمی“ نے ”اخبار مکہ“ میں حضرت ابوذر غفاریؓ کا ایک صحیح آمیز خطاب نقل کیا ہے کہ ایک دن آپ کعبہ کے سہارے کھڑے تھے، لوگوں نے آپ کو دیکھ لیا تو آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے، آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے اے لوگو! قریب ہو جاؤ ایک ایسے مشق بھائی کی طرف، جو صحیح کرنا چاہتا ہے۔ تو لوگ آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگو! کیا تم میں کوئی سفر کا ارادہ کرتا ہے، تو اپنے ساتھ سفر کے بقدرت و شہادت کا انتظام نہیں کرتا؟ اب ذرا غور کرو! ذرا آخرت کے سفر پر کہ وہ کتنا طویل ہے؟ الہذا دنیوی سفر کی طرح آخرت کے طویل و مدید سفر کی تیاری بھی ویسی ہی ہونی چاہیے۔ اہل کوفہ میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور دریافت کیا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی! ہمیں سفر آخرت کی تیاری کیسے کرنی چاہیے؟ تو گویا ہوئے:

”بڑی بڑی نیکی کا عزم کرو، کیوں کہ مرنے کے بعد جو امور پیش آنے والے ہیں وہ بھی انتہائی عظمیم و خلیر ہیں، یوم الحساب بہت طویل ہو گا، الہذا اس کے لیے شدید گرمیوں کے طویل ایام میں روزے رکھو، را

ت کی تاریکی میں کم از کم روزانہ دور رکعت ہی پڑھ لیا کرو، تاکہ قبر کی ظلمت اور تاریکی سے نجات پاسکو، بھلی بات کہوا اور بری بات سے اجتناب کرو اور مسکین کو صدقہ دو، تاکہ قیامت کی سختی سے خلاصی حاصل کر سکو، دنیا میں صرف دو کاموں میں اپنا وقت صرف کرو، رزق حلال کے حصول میں اور آخرت کے لیے نیکی کرنے میں، اس کے علاوہ جو وقت بھی فضول یا گناہ میں خرچ کرو گے اس سے نقصان ہی اٹھاؤ گے اور ثواب سے محروم رہو گے، جو کچھ دنیا میں کماو اسے یا تو اپنی اہل و عیال کی ضرورتوں میں خرچ کرو یا صدقہ خیرات میں۔ اس کے علاوہ میں خرچ کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے اور نفع سے محروم رہو گے، اس کے بعد آپ نے ایک لمبی سانس لی اور درد بھری آواز نکالی تو لوگوں نے پوچھا یہ کیا ہو گیا؟! تو جواب دیا ہمیں لمبی لمبی آرزوؤں نے غارت کر دیا، دنیا میں انسان کے لیے دو ہی زمانے ہیں، زمانہ ماضی اور زمانہ مستقبل، ماضی تو وہ جو ہاتھ سے نکل گیا اور باقی تو وہ تیرے ہاتھ میں ہے، اس میں بھی دھوکہ دہی کے امکانات زیادہ ہیں، اگر تو نے اپنے مستقبل کو نیکی میں مشغول کیا تو، تو کام یا بار بار ادا ہو گیا اور اگر تو اس کو برائی میں مشغول ہو کر گزارے گا تو میں نہیں سمجھتا ہوں کہ تجھ سے زیادہ محروم القسمت اور کوئی ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی نعمتوں سے مالا مال کرے اور نیکی اور کامیابی ہمارے لیے مقدر بنادے۔“

یہ تھی حضرت ابوذر غفاریؓ کی اثر انگیز نصیحت، ایک بار نہیں، بار بار اسے پڑھیے اور اپنے حال پر رحم بیچیے اور رمضان کے بعد بھی نیکی کے سلسلے کو بدستور جاری رکھیے۔

امام احمد بن حنبلؓ کی خدمت میں ایک شخص خراسان سے سفر کر کے پہنچا اور دریافت کیا کہ ”اے ابو عبد اللہؓ! میں آپؓ کی خدمت میں خراسان جیسے دور راز علاقہ سے حاضر خدمت ہوا ہوں!“ مغضض اس لیے کہ آپ سے ایک سوال کروں تو آپ نے فرمایا: پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو، تو دریافت کیا، بندہ راحت کا مزا کب چکھتا ہے؟ تو جواب دیا، جب مرنے کے بعد اپنا پہلا قدم جنت میں رکھے گا۔“

معلوم ہوا کہ دنیا راحت طلبی اور عیش کوئی کے لینے نہیں، بلکہ مشقت آفرینی اور سعی پیغم کے لیے ہے۔

یہاں انسان راحت تلاش نہ کرے آخرت کی راحت کے لیے یہاں قربانیاں دے۔

تو اے میرے دینی بھائیو! صرف رمضان نہیں، ہماری پوری زندگی رمضان کی طرح گذرنی چاہیے۔ ذکر و فکر، دعا و مناجات، نماز کی پابندی، فرائض و واجبات کے اہتمام، قرآنؐ کی تلاوت اور اس پر غور و فکر اور عمل کے ساتھ ہر گھنٹی گذرنی چاہیے۔ حضرت مکحول فرماتے ہیں: جس میں چار خصلتیں پیدا ہو

جا سکیں وہ کام یا ب ہے۔ اور جو تین برا یوں کا عادی بن جائے وہ ناکام اور نا مراد ہے۔ جس کے پاس ایمان ہو اور وہ اللہ کی شکر گزاری کرے، اس کے سامنے گریا وزاری اور کثرت استغفار کے ساتھ زندگی بسر کرے، وہ کام یا ب ہے۔ اور جس کی طبیعت میں مکرو فریب، بغافت و سرکشی اور اللہ اور بندوں کے ساتھ عہدوں کی پامالی رچ بس جائے، وہ برباد اور ہلاک ہو گیا۔

عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں: اے لوگو! تم سے پہلے جو لوگ تھے (صحابہ اور تابعین) وہ فضول کام کونا پسند کرتے تھے اور وہ قرآن کی تلاوت، امر بالمعروف اور نبی عن الممنکر اور کسب حلال (اور وہ بھی بقدر ضرورت) اس کے علاوہ ہر کام کو فضول گردانے تھے اور کہتے تھے کہ کیا کراما کتابتین کے ہوتے ہوئے ہم فضول میں مشغول رہیں گے۔ (شعب الایمان بیت المقدس، 5080، حلی الاولیاء 3/315)

امام اوزاعی فرماتے ہیں: ایک مرتبہ عمر بن عبد العزیز نے ہمارے نام ایک پیغام لکھ کر ارسال کیا، جس میں لکھا ہوا تھا، ”جو کثرت سے موت کو یاد کرے گا وہ دنیا کے قلیل ساز و سامان پر راضی ہو جائے گا اور جو سوچ سوچ کر گفتگو کرے گا وہ لا یعنی گفتگو سے محفوظ رہے گا اور عمل زیادہ کرے گا۔“ (احیاء علوم الدین 3/111)

ابراهیم بن سلیمان فرماتے ہیں: میں سفیان ثوری کی مجلس میں تھا کہ اچانک ایک شخص آیا اور آپ کے کپڑے گھور گھور کر دیکھنے لگا اور پھر پوچھنے لگا کہ یہ کپڑا کیسے بنتا ہے؟ تو حضرت سفیان نے کہا کہ صحابہ فضول گفتگو کونا پسند کرتے تھے۔ (حلی الاولیاء 7/65)

گویا حضرت سفیان نے اس شخص کے اس سوال کو بھی فضول گردانا کر آپ کا کپڑا کیسا ہے؟ اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہر چیز کے بارے میں خواہ مخواہ پوچھتے رہتے ہیں کہ آپ کا قلم کیسا ہے چپل کیسی ہے؟ وغیرہ۔ بات دراصل یہی ہے کہ ان کے نزدیک آخرت کی جواب وہی کا تصور قوی تھا، اس لیے اس سے وہ پوری زندگی معمولی فضول چیزوں سے بھی مکمل احتراز کرتے تھے اور وہی تصور آخرت آج ہم میں کمزور ہو چکا ہے۔ لہذا ہم غفلت اور فضول کا ادراک ہی نہیں کر پاتے۔ اللہ ہمیں صحیح ہدایت عطا فرمائے۔ آمین

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے تلمذ خاص حضرت نافعؓ سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ کے استاذ مخترم گھر میں کیسے وقت گزارتے تھے؟ تو نافعؓ نے کہا یا تو نماز پڑھتے یا قرآن کی تلاوت میں مشغول

رستے۔ (طبقات ابن سعد 70/4) حضرت وکیع بن الجراح کے بارے میں ان کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ وہ جب تک رات میں دس پارے قرآن کی تلاوت نہ کر لیتے نہیں سوتے تھے اور پھر رات کے آخری حصہ میں بیدار ہو کر تہجد میں طویل طویل قرأت کرتے، اور پھر استغفار میں لگ جاتے، یہاں تک کہ صحیح ہو جاتی اور یہ ان کا سال بھر کا معمول تھا۔ (صفہ الصفوہ 171/3)

یہ ہے اصل زندگی گزارنے کا معیار کہ صرف رمضان تک ان کی عبادتیں اور معمولات محدود نہیں ہوتے تھے، بلکہ پورا پورا سال رمضان کی طرح گزرتا تھا، اللہ ہمیں بھی ایسی زندگی عطا فرمائے۔ آمین ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بلانا نغمہ روزانہ اشراق کی آٹھ رکعات کا اہتمام کرتی تھیں اور کہا کرتی تھیں، اگر میرے والدین بھی اشراق کے وقت قبر سے زندہ ہو کر آ جائیں، تب بھی میں اس کو ترک نہیں کروں گی۔ (موطاما ک 1/153، الاستذکار 151/6)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں میاں بیوی کو ایک عمل کی فصیحت کی کہ جب تم بستر پر سونے کے لیے آؤ تو 34 مرتبہ اللہ اکبر اور سبحان اللہ اور الحمد للہ 33,33 مرتبہ پڑھ لیا کرو، تو وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سن رکھا ہے تب سے آج تک (یعنی زندگی کے آخری ایام تک) کبھی نہیں چھوڑا۔ تو سوال کرنے والے نے سوال کیا کہ جنگ صفين کی رات بھی؟ کہا ہاں! اس دن بھی نہیں ترک کیا۔ (بخاری 6318، مسلم 2727)

یہ ہے اصل معیار زندگی کہ جنگ جیسے ہوں ناک عالم میں بھی اپنے وظیفہ اور معمول کو ترک نہیں کیا اور ہم تو معمولی عذر کی وجہ سے فرائض تک کو ترک کر دیتے ہیں۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین ام المؤمنین حضرت ام حمیۃ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا کہ ”جو شخص دن رات میں بارہ رکعات کا اہتمام کر لے اللہ اس کے لیے جنت میں گھر تعمیر کرتے ہیں۔“ تو فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے سنا ہے آج تک کبھی اسے ترک نہیں کیا۔ اس روایت کے راوی حضرت عقبہؓ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضرت ام حمیۃؓ سے سن آج تک کبھی نہیں ترک کیا۔ اور حضرت عمرو بن اوس فرماتے ہیں: میں نے بھی جب سے حضرت عقبہؓ سے سنا ہے کبھی ترک نہیں کیا اور نعمان بن سالم فرماتے ہیں: میں نے جب سے عمرو بن اوس سے سنا ہے کبھی نہیں ترک کیا۔ (مسلم 728)

اے میرے مسلمان بھائیو! ذرا غور کیجیے، ان کے یہاں معمولات اور وظائف کا کتنا اہتمام تھا کہ ایک چیز کسی سے سن لیتے تو پوری زندگی اس پر عمل کرتے ہماری طرح صرف رمضانی عبادت نہیں کرتے تھے، ہمیں بھی ایسا ہی کرنا چاہیے۔ اللہ ہماری مدد کرے اور توفیق سے نوازے۔

سلف صالحین میں سے کسی نے اپنی باندی فروخت کر دی تو باندی نے دیکھا کہ جب رمضان قریب آیا تو وہ تیاری کرنے لگے تو باندی نے دریافت کیا کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا رمضان کی تیاری۔ باندی نے کہا کیا تم صرف رمضان میں روزے رکھتے ہو؟ افسوس ہے میں ایسے لوگوں کے پاس تھی جن کا پور اسال رمضان کے طرح گزرتا تھا۔ مجھے انہی کے پاس لوٹا دو۔ (اطائف المعارف ابن رجب ص 378)

بعض اسلاف کہا کرتے تھے پوری زندگی روزہ رکھو اور جب موت آئے تب افطار کرو، دنیاوی زندگی متقد کے لیے پورا رمضان ہے کہ وہ زندگی بھر خواہ شات اور گناہوں سے روزہ رکھے، یعنی اجتناب کرے اور جب موت آئے تو افطار کرے، یعنی نیکی کے ساتھ رخصت ہو جائے۔ (ایضاً)

خلاصہ یہ کہ حضرات صحابہ اور سلف صالحین نے اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے میں صرف رمضان پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ پابندی اور مواظبت کے ساتھ عمل درآمد کیا۔ ہمیں بھی اگر واقعتاً آخرت کی فکر ہے اور اس بات پر ایمان ہے کہ تمام تر کام یابی کاما دخلوا فی السلم کافہ پر عمل کرنے میں ہے یعنی مکمل طور پر بغیر کسی بیجا تاویل اور بہانہ بازی کے اسلامی تعلیمات کو بجالانے میں ہے تو انہیں کے نقش قدم پر چلتا ہو گا، حضرت مالک بن انس کا ارشاد گرامی: ”لَنْ يَصْلَحَ أَخْرُونَ الْأَمْمَةَ لَا يَمْلِكُهُمْ بِالْأَوْلَى“ کہ اس امت کے آخری دور کے لوگ بھی کام یاب و کامران نہیں ہو سکیں گے مگر اسی طرز عمل سے، جس سے پہلے (یعنی صحابہ اور تابعین وغیرہ) کام یاب ہوئے۔ حضرت مالک کا یہ قول بڑا معنی خیز ہے، اس میں آپ نے گویا اشارہ دیا کہ جس طرح دور جاہلیت گم رہی کے دلدل میں پھنسا ہوا تھا اور اسلامی تعلیمات پر خلوص و للہیت کے ساتھ عمل کرنے کی وجہ سے کام یاب ہوا، بالکل ایسا ہی آخری دور میں بھی ہو گا کہ گم رہی کا دور دورہ ہو گا اور جاہلیت اپنے نئے روپ میں نمودار ہو گی۔ جیسے اس دور میں جوا، زنا، شراب نوشی، قتل و غارت گری، بد اخلاقی، نا انصافی، بے اعتمادی، دختر کشی، کبر و عناد، فساد و سود خوری، مادیت پرستی۔ آج ہی چیزیں نئے لیبل اور نئے نئے نام سے عام ہیں، فیبلی پلانگ اور سوگرانی کے بعد اڑکی کی صورت میں اس قطاع حمل گویا دختر کشی اور قتل اولاد کی نئی صورت اور نیانا نام ہے۔ ان شور نش اور ملٹی لیول مارکیٹنگ، نیٹ ورک مارکٹنگ، لاٹر

ی وغیرہ جو اکی نئی صورت اور نئے نام ہیں۔ بینکنگ سود کی نئی صورت، کمرشل اسٹریٹ وغیرہ سود کے نئے نام ہیں۔ دہشت گردی کے الزامات اور نیوکلر ہتھیار سے پاک دنیا کے بہانے، مختلف ممالک پر حملہ، قتل و غارت گری کی نئی صورت ہے۔

ماڈلنگ، چیز گرل وغیرہ زنا کی نئی صورتیں اور نئے نام ہیں۔ غرضیکہ عصر حاضر میں دور جاہلیت کی تمام رسومات بد کا گویا احیا ہو چکا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے لیے کامیابی اسی میں ہے کہ تم صحابہ کے نقش قدم پر چلو۔ اللہ ہمیں ہدایت دے اور ہر طرح کے شروع و قلن سے ہماری حفاظت فرمائے اور ہمیں رسول اللہ اور صحابہ و سلف صالحین کے طرز عمل کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اسلاف نے اپنے تجربات اور قرآن و حدیث کی تعلیمات کی روشنی میں یہ بات کہی ہے کہ ایک عمل صالح کے بعد دوسراۓ عمل صالح کی توفیق پہلے عمل صالح کی مقبولیت کی علامت ہے۔ تو گویا جو لوگ رمضان کے بعد بھی نماز، تلاوت، ذکر واذ کار اور استغفار کرتے رہتے ہیں، ان کی رمضان کی عبادت عند اللہ مقبول ہو چکی اور جو سب کچھ ترک کر دے گویا اس کی مقبولیت مشکوک ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ رمضان کے بعد بھی اعمال صالحہ پر استمرا رہے اس کے لیے کیا کرنا چاہیے، تو سلف صالحین کے بیان کے مطابق: تجدید توبہ ہمیشہ استغفار اپنی طبیعت کے مطابق کسی نیک کام پر مداومت دعا کا اتزام، خاص طور پر یہ دعا "اللہم اعینی علی ذکرک و شکرک و حسن عبادتک" اسی لیے نبی کریم نے حضرت معاذ کو بھی ہمیشہ اس دعا کو ہر فرض نماز کے بعد پڑھنے کی وصیت کی ہے۔ سلف صالحین کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ، جیسا کہ چند واقعات اور پر بھی بیان کیے گئے۔ صالحین کی صحبت اختیار کریں۔

اے میرے مسلمان بھائیو! کیا تم نے "لیلۃ القدر" کو نہیں پایا اور تم اس میں اللہ کے سامنے روئے نہیں؟ کیا تم نے رمضان میں قرآن کی تلاوت اور نماز کا اہتمام نہیں کیا؟ اب کیوں تم دوبارہ معاصی والی زندگی کی طرف لوٹ رہے ہو؟ خدارا! اپنے اوپر رحم کرو اور معصیت سے اجتناب کر کے رمضان میں جیسی زندگی گزاری ویسی ہی زندگی گزارنے کی مکمل کوشش کرو۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے اور اپنی پناہ میں لے لے کہ ہم ان لوگوں میں سے نہ ہوں جو صرف رمضان میں اللہ کی عبادت اور گلیارہ ماہ اللہ کی نافرمانی میں گزارتے ہیں۔ آمین یا رب العالمین



أُسْتَادُ الْمُجْوِدِ دِينِ اِمامِ القراءِ عاشِقِ قرآنٍ

حضرت قاری حاجی محمد لطیف رحمہ اللہ علیہ مصلحت و نفع

انسانیت کی فلاح اور ہدایت کے لیے اللہ رب العزت نے حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی بنانے کا مبعوث کیا اور قرآن مجید کی شکل میں ایک کتاب عطا کی۔ جس میں احکامات کے ساتھ راہنمائی بھی لکھدی گئی اور اسے دین اسلام کا نام دیا گیا اور اس دین کو آخری آفاقی دین قرار دے کر قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے محفوظ کر دیا گیا۔ گزرتے اوقات کے ساتھ قرآن مقدس کی صحت الفاظ و معانی پر کسی قسم کے شک و شبہ سے بچنے کے لیے اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ رب العزت نے اپنے ذمہ لی اور فرمایا کہ اس قرآن کو اُتا را بھی ہم نے اور اس کی حفاظت بھی ہم کریں گے۔ چنانچہ اس حفاظت کی ذمہ داری کے پیش نظر اللہ رب العزت نے جوانظام و اہتمام کیا۔ اس کو دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے اور بے اختیار پکارا جاتا ہے واقعی قرآن لاریب کتاب ہے اور اس کی حفاظت کرنے والا ہر چیز پر قادر ہے۔ قرآن مقدس حروف تہجی سے مرتب ہوا۔ جن کو حروف قرآن کہا جاتا ہے۔ ان حروف کی ادائیگی سچھ مخارج و صفات کے ساتھ ہو اس کی ذمہ داری قاری قرآن کے سپرد ہوئی۔ قرائram حروف قرآن کے محافظ بن گئے۔ الفاظ قرآن یعنی آیات قرآن ان کی حفاظت کے ذمہ دار حافظ قرآن کہلاتے۔ جو قرآن مجید کی آیات زبر زیر کے محافظ بن گئے۔ قرآن کے معانی و مفہوم کے محافظ علماء کرام کہلاتے اور معارف قرآن کے محافظ اولیاء

کرام و مشائخ عظام بنے۔ اس طرح اللہ رب العزت نے قرآن کی ہر انداز میں حفاظت کی ذمہ داری پوری کردی اور یہ سلسلہ نزول قرآن سے شروع ہوا اور قیامت تک رہے گا۔ ہر زمانے میں محفوظین قرآن کے کمالات دیکھنے سننے کو ملتے رہے جو اعجاز قرآن کی صورت میں امت کے ایمان و یقین میں اضافے کا باعث بنتے رہے۔ اس کام کے لیے اللہ رب العزت نے جس کا بھی انتخاب کیا اس کو صلاحیت بھی خوب دی۔

امام محمدؒ کا سات دن میں قرآن حفظ کرنا امام احمد بن حنبلؓ کا قرآن کے معانی و مطالب کی حفاظت کرنا امام نافعؓ کا قرآن کی قرأت اور حروف کا ماحفظ ہونا حسن بصری جنید و بايزید کا معارف قرآن کا ماحفظ ہونا ایک اٹل حقیقت ہے اور یہ سلسلہ تا حال جاری ہے۔ حالیہ دور میں ان چاروں صفات کے حامل حافظ قرآن قاری قرآن عاشق قرآن عالم قرآن کا نام لیا جائے تو نام ہو گا۔ حضرت قاری حاجی محمد طلیف رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت قاری صاحب نے اس دور میں جس طرح قرآن کی خدمت کی۔ اس سے بلاشبہ یہ کہنا بے محل نہیں کہ کتاب مقدس کا ماحفظ خود باری تعالیٰ ہے جو جب چاہے جسے چاہے اپنی مقدس کتاب کی تعلیم و تعلم کیلئے منتخب فرمائے۔ چنانچہ قرآن مقدس کی خدمت کے لیے قاری حاجی محمدؒ کا عند اللہ مقبول ہونا یہ اعجاز قرآن ہے۔ کون جانتا تھا کہ قیام پاکستان 1947ء کے ساتھ ہی مہر اللہ داد کے گھر پیدا ہونے والا چونہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر میں خدمت قرآن کا باعث بنے گا۔ حضرت کی پیدائش ضلع لیہ کے شہر جن شاہ کے قصبه بصیرہ میں ہوئی۔ تین بھائی اور ایک ہمیشہ میں قاری صاحب دوسرے نمبر پر تھے۔ پیدائش کے 6 ماہ بعد آپ کی ظاہری بصارت عنقا ہوئی تو باطنی بصیرت و دیعت ہوئی۔ اگر چہ آنکھ بہت بڑی نعمت ہے مگر قاری صاحب اس نعمت سے محرومی کا شکوہ کرنے کی بجائے اللہ کا شکر ادا کیا کرتے تھے کہ میرے گھروالوں نے مجھے محتاج سمجھ کر مدرسہ میں قرآن کی تعلیم کے لیے وقف کیا۔ شاید آنکھیں سلامت ہوتی تو یہ سعادت نصیب نہ ہوتی۔ علاقہ کے مشہور استاد قرآن قاری غلام حسین شاہ سے حفظ قرآن کی سعادت کے بعد قاری نور محمد و بھیرؒ سے گردان اور پچنٹی کے بعد جو یہ قرآن کے لیے ملک کی معروف دینی درس گاہ دار القرآن لاہور میں امام القراء استاد الجبو دین حضرت قاری محمد شریف قدس اللہ سرہ کی خدمت میں پہنچے۔ حسین اتفاق یہ کہ استاد بھی ناپینا اور شاگرد بھی ناپینا چنانچہ شاگرد کی صلاحیت شوق اور جذبہ کو دیکھ کر استاد نے باطنی بصارت سے بھانپ لیا اور انہیں اپنی طرح تراش کر پتھر سے موٹی اور ہیر بنا دیا اور حضرت فرمایا کرتے تھے کہ آپ

اگر بہت اچھے قاری اور ماہر مشائق ہو تو یہ تمہارا کمال نہیں یہ تو تمہارے استاد اور شیخ کی محنت ہے کہ اس نے تمہیں تیار کیا۔ تمہارا کمال تب ہو گا۔ جب تم اپنے جیسا ایک اور تیار کرو گے۔ چنانچہ اپنے شیخ کے اس قول کو حضرت قاری صاحب نے یوں سچ کر دکھایا کہ اپنے جیسے ہزاروں تیار کر دیئے۔ البتہ یہ امر قابل ذکر ہے کہ شیخ نے اپنی محنت اور کاوش میں کوئی کمی نہ چھوڑی۔ اب یہ شاگرد کا نصیب کہ وہ اپنے عمل تقویٰ اخلاص اور شیخ کی محنت اور نسبت کی کس قدر لاج رکھی اور اس نعمت عظمی کو سننجالا۔

حضرت قاری حاجی محمد رحمۃ اللہ کو قرآن سبعہ عشرہ کے لیے قاری محمد شریف رحمۃ اللہ کے ساتھ استاد القراءۃ قاری اظہار احمد تھانوی رحمۃ اللہ کے سامنے بھی زانوائے تلمذ طرکرنے کا موقع ملا۔ دونوں اساتذہ کے کمال محبت اور محنت و شفقت سے حضرت کا سینہ نہ صرف قرآن مقدس بلکہ قرآن سبعہ عشرہ کی جملہ کتب کا حافظ خانہ بن گیا۔ یہہ زمانہ تھا جب آپ کے ساتھیوں میں دیگرنا مورقراء کرام کے ناموں سے زمانہ یوں واقف ہوا۔ قاری ترقی الاسلام قاری عبدالرب ارشد جو آپ سے سینر اور آخر میں استاد بھی ہوئے۔ قاری محمد اقبال مکہ مکرمہ، قاری محمد یونس ملتانی، قاری عبد القادر، قاری محمد صدیق حضرت کی مقبولیت اور اساتذہ کی نظر میں مقام کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ قاری ترقی الاسلام مدظلہ نے شاطبی (تجوید کی جامع کتاب) کی شرح لکھی تو اس کی اصلاح کے لیے فکر مند تھے۔ خواب میں اپنے استاد قاری محمد شریف رحمۃ اللہ کی زیارت ہوئی تو پوچھا حضرت کتاب کی اصلاح کہاں سے کروائیں استادِ کرم نے فرمایا یہ میں قاری حاجی محمدلطیف رحمۃ اللہ کے پاس جاؤ اور اصلاح کرالو۔ پھر زمانے نے دیکھا کہ بینا کی تصنیف کی اصلاح ایک ناپینا کے حصہ میں آئی (ایں سعادت بروز بازو نیست)

حضرت قاری حاجی محمد رحمۃ اللہ کے بارے میں بہت کم لوگ جانتے ہوں گے کہ آپ نہ صرف قاری اور مجدد بلکہ ایک مکمل مستند عالم بھی تھے اور آپ نے 1986ء میں تکمیل دورہ حدیث شریف جامعہ اشرفیہ لاہور میں کیا۔ حضرت صوفی محمد سرور دام برکاتہم حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ محمد موسیٰ روحانی بازی رحمۃ اللہ آپ کے اساتذہ میں ہیں۔ یہ سلسلہ تعلیم بھی مشقتوں اور قربانیوں سے مزین ہونے کے ساتھ حضرت کی علوم اسلامیہ نبویہ سے والہانہ محبت کا بے مثال نمونہ ہے۔ قرأت عشرہ سے فراغت کے بعد آپ پہلے مخزن العلوم کوٹ لکھپت لاہور میں استاد مقرر ہوئے اور بعد ازاں جامعہ منظور الاسلامیہ لاہور میں سلسلہ تدریس شروع کیا۔ سولہ صدر روپے تشوہ مقرر ہوئی۔ حضرت نے نو صد

رپریس پر اپنا ایک نائب از خود مقرر کیا اور خود دن میں جامعہ اشرفیہ جا کر دورہ حدیث کی تکمیل کی۔ تنخواہ کی باقی رقم کرایہ میں لگ جاتی تھی۔ طلباء کورات تک پڑھاتے تھے۔

تکمیل دورہ حدیث کے بعد واپس اپنے آبائی گھر لدھانہ تشریف لائے اور اپنے علاقہ میں رہ کر خدمت قرآن کا فیصلہ کیا۔ آپ کا مزاج تھا کہ مجھے اپنے علاقہ میں قرآنی علوم کے چشمے جاری کرنے ہیں۔ پونکہ لا ہو رجا کر دورانِ تعلیم پیش آنے والے صبر آزماء ماحل سے آپ بخوبی واقف تھے اور جانتے تھے کہ قرآن کی تعلیم کے لیے ایسے بچے وقف کیے جاتے ہیں جو معدور ہو یا مالی طور پر کمزور ہوں، دنیاوی تعلیم حاصل کرنے کے اخراجات ناقابل برداشت ہوں تو والدین پھر نہ چاہتے ہوئے تعلیم قرآن کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جومفت حاصل ہوتی ہے۔ جانتے تھے کہ جن بچوں کے پاس گھر سے مدرسہ تک کا کرایہ نہیں ہوتا وہ لا ہو رکراچی کیسے پہنچیں گے۔ چنانچہ اس کو مقصد اور مشن بنا کر اپنی صلاحیتوں کا آغاز جامعہ محمد یہ سے کیا۔ (یہاں آپ کے ہونہار اور باعتماد شاگرد قاری اللہ نواز مدنی، لدھیانوی تینیت ہوئے اور رقم نے بھی ان سے تکمیل حفظ کی اور حضرت قاری حاجی محمد گوامتحان بھی دیا۔ یوں آپ سے بلا واسطہ شاگرد ہونے کا اعزاز حاصل ہے)۔ بعد ازاں مدرسہ رحمانیہ جمن شاہ اور دیگر مدارس میں پڑھاتے رہے۔

1989ء سے آخر وقت وفات تک مدینہ العلم دائرة دین پناہ میں مسلسل کتنیں سال تشكیل قرآن کو سیراب کیا اور آپ کی تدریس کا کل عرصہ تقریباً نصف صدی پچاس سال ہے۔ اس دوران آپ کی محنت شب بیداری، اخلاص للاہیت اور جہد مسلسل نے اسلاف کی یادتاہ کر دی تو بڑے مدارس لا ہو، کراچی، خیر پور، ٹائمیوں اور غیرہ نے بارہا کوشش کی۔ آپ ہمارے ہاں تشریف لے آئیں۔ لاکھوں روپے کی مراعات، سہولیات اور دنیاوی فوائد کو اس عاشق قرآن نے ٹھکرایا۔ کبھی مشن اور مقصد پر ضرورت کو فوقيت نہ دی۔ حضرت کے ہتھیجے اور داما دمہر محمد شاہ بد میلوانہ نے بتایا کہ ایک مرتبہ خیر پور ٹائمیوں سے ایک بڑے مدرسے کے مہتمم ہمارے گھر آئے اور میرے والد مہر کریم بخش میلوانہ سے کہا کہ آپ اپنے بھائی قاری صاحب کو قائل کرو کہ وہ ہمارے پاس آ جائیں۔ ہم ان کو مکمل اے سی رہائش اور اے سی درس گاہ، منہ ماں گی تنخواہ، آنے جانے کے لیے گاڑی، گھر کے مکمل اخراجات برداشت کریں گے۔ میرے والد صاحب خوش

ہو گئے کہ میں ضرور منالوں گا اور اللہ تعالیٰ نے قاری صاحب کو مشقت کا صلہ عطا کیا ہے۔ وہاں بھی قرآن مجید پڑھانا یہ۔ مہر شاہد نے بتایا کہ جب والد صاحب نے قاری صاحب کو منانے کی کوشش کی مگر حضرت کا انکار ہوتا رہا تو میرے والد جنت میں کہنے لگے اب میں نے ان کو ہاں کر دی زبان دے دی۔

اب مجھے رسوائی کرنا ہے یا عزت تیرے ہاتھ میں ہے۔ تب قاری صاحب نے صرف ایک جملہ کہا کہ اپھا بھائی ناراض نہ ہوں مجھے پتہ نہیں تھا کہ میرا بھائی مجھے دنیا کے چند لوگوں کی خاطر بیچ چکا ہے۔ ”میں حاضر ہوں،“ بس ان الفاظ کے بعد والد صاحب خاموش ہو کر واپس آگئے اور ان صاحبان کو واپس بیکھج دیا کہ حضرت نہیں مانتے۔ حضرت نے زندگی بھر کبھی دنیا کو ہمیت نہ دی۔ ہمیشہ اسلاف کے طرز پر سادہ زندگی گزاری۔ اپنے کام اور مقصد سے اتنی محبت اور والہانہ عشق تھا کہ کبھی مدرسہ کے طے شدہ اوقات کو نہ دیکھا۔ نہ اپنی صحبت اور آرام کی پرواہ کی۔ زندگی بھر قرآن کو اوڑھنا پچھونا بنائے رکھا۔ مدرسہ کے کھانے سے تو بھی باخبر ہیں۔ وہ بھی یوں کھاتے تھے کئی کئی بار گرم کرنا پڑتا۔ یہی محبت اور عشق قرآن نے ان کے مزاج میں قدرے شدت پیدا کر دی تھی۔ آج کل کے بینا اساتذہ کی وہ گرفت اور کنشروں طلباء پر نہیں جو اس ناپینا عشق قرآن کا تھا۔ طلباء کی جرات چوں و چوال کی نہ ہوتی تھی۔ اپنے کام میں کمی ہر گز گوارا اور برداشت نہ ہوتی تھی۔

طلباء کے تعلیمی نقصان کو ذاتی نقصان سمجھتے تھے۔ اصول قواعد و ضوابط پر کبھی کمپرہ و مائزہ نہ کرتے۔ جس طالب علم نے بھی معمولی اصول کی خلاف ورزی کی اس کا کلاس میں رہنا ممکن ہی نہ ہوتا تھا۔ بستر سمیت نکال دیا کرتے تھے۔ یہ بھی حضرت کی تربیت کا ایک انداز تھا جو طلباء کو رگڑے کھانے کے بعد سمجھ آیا کہ حضرت چاہتے تھے لوگ دنیا کی خاطر کس قدر ذلیل ہوتے ہیں اور تم دونوں جہانوں کی نعمت قرآن کو معمولی سمجھو، طبیعت میں شدت کے ساتھ قدرے ظرافت بھی تھی۔ کبھی نگ آ کر کہتے کہ کاش کہ میں درزی ہوتا اور یا کسی بس کا ڈرائیور بن جاؤں۔ فرماتے کہ سند پر لکھا ہوتا ہے کہ میں نے حرف بحرف پڑھایا۔ اس لیے ایک ایک حرف پر گھنٹوں محنت کرواتے اور سختی کرتے۔ اپنی سخت مزاجی اور سختی پر فرماتے۔

اس معلم کو طلباء پر سختی کا کوئی حق نہیں جو راتوں کو اٹھ کر ان کے لیے دعا کیں نہ کرتا ہو چنانچہ دن کی محنت اور راتوں کا رونا معمول تھا۔ چنانچہ آپ کی محنت اور جہد مسلسل نے جو نایاب ہیرے تراشے ان میں

نامورقراء کرام قاری محمد ادریس آصف، قاری احسان اللہ کراچی، ڈاکٹر سجاد حمادیہ کراچی، پروفیسر طارق مومن، قاری اللہ نواز مدنی، قاری محمد یعقوب نقشبندی، قاری عبدالعزیز (مرحوم)، قاری محمد اجمل (مرحوم)، قاری غلام مجتبی قریشی (مرحوم)، قاری غلام مجتبی کوٹ سلطان، قاری عبد الغفور مدنی، قاری محمد افضل مکہ مکرمہ، قاری محمد ارشد ڈیرہ غازی خان، قاری ابو بکر مدنی، قاری محمد طیب، قاری عبد الرحمن، قاری اظہر میلوانہ، قاری عبدالحید بھکروی سمیت ہزاروں قراء کرام جوان درون و بیرون ملک قرآن کے فیض سے امت کو سیراب کر رہے ہیں۔

حضرت قاری صاحب تلاوت قرآن میں تصنیع تکلف بناؤٹ کو بالکل پسند نہیں فرماتے تھے اور مر وجہ انداز تلاوت قرآن سے قدرے نالاں تھے، فرماتے تھے تلاوت قرآن کا حسن مخارج کی صحیح ادائیگی اور صفات کا نام ہے۔ تصنیع اور بناؤٹ خوبی نہیں اگرچہ عوام پسند کرتی ہے۔ آپ صاحب کرامت و کشف بزرگ بھی تھے۔ اگر کوئی طالب علم بغیر وضو یا جنی حالت میں کلاس میں آ جاتا تو آپ فوراً اسے باہر نکال دیتے اور فرماتے جاؤ وضو کر کے آؤ۔ آپ سے بدبو آرہی ہے۔ آپ کے باعتماد شاگرد قاری اللہ نواز مدنی مدرس پرانی غلہ منڈی لیہ نے بتایا کہ ہم آخری ایام میں ملاقات کے لیے گئے۔ ہم پانچ ساتھی تھے۔ تین میرے شاگرد اور ایک میرے ساتھ قاری ابو بکر چوک اعظم سے تھے۔ میں نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ حضرت کی علاالت کے پیش نظر آپ خاموشی سے زیارت کر لینا۔ مصافحہ نہ کرنا اور خاموش کھڑے رہنا۔ جب ہم مصافحہ اور گفتگو کرنے لگے تو حضرت نے فرمایا آپ کے ساتھ دیگر تین لوگ کون ہیں۔ جب کہ ہم نے یہ بات پوچیدہ رکھی۔ مگر حضرت نے اپنی بصارت سے پہچان لیا۔ لدھانہ کے مولانا شاء اللہ نقشبندی نے ایک واقعہ بتایا کہ ہم خانقاہ موئی زینی شریف جا رہے تھے۔ ایک جگہ راستہ میں ہمارے ایک ساتھی کو شک ہوا کہ ہم غلط راستے پر جا رہے ہیں۔ کارکی اگلی سیٹ پر حضرت قاری صاحب بیٹھے تھے۔ آپ نے فوراً تصدیق کی کہ نہیں، ہم صحیح راستے پر جا رہے ہیں۔ یہی سڑک موئی زینی شریف جاتی ہے۔ جہد مسلسل اور قرآن کے غم نے آپ کو قبل از وقت بوڑھا کر دیا آپ شوگر اور دیگر امراض کا شکار ہو گئے ان میں قلبی مرض بھی لاحق تھا آخری وقت میں کرونا کی وجہ سے مدارس بند ہوئے تو آپ گھر میں ہی صاحب فراش ہو گئے۔ یہاری اور پیرانہ سالی میں بھی آپ کی توجہ دھیان اور فکر مدرسہ اور قرآن ہی رہا۔ 28 اپریل 2020ء کو طبیعت بگڑی تو

لیے ہسپتال لے جایا گیا آپ کے بیٹے اور نائب مولانا مفتی قاری غلام مجتبی مہتمم مدرسہ تریل القرآن لیہ ہمراہ تھے 29 اپریل بدھ رات تقریباً 10:30 بجے اس عاشق قرآن، جزری الزماں، شاطی وقت کے نفس مطمئنہ کو اپنے رب کا بلا واؤ آگیا۔ 30 اپریل جمعرات سے پہلے دھانہ میں جنازہ ہوا۔ ملک میں لاک ڈاؤن کے باوجود آپ کے متعلقین شاگردوں اور علماء کرام، مشائخ، مفتیان، قراء کرام، حفاظ ہزاروں کی تعداد میں شریک ہو کر اپنی سعادت یقینی بناتے رہے۔ اس دن الہیان لدھانہ کو احساس ہوا کہ لدھانہ کی دھرتی پر کتنی بڑی شخصیت رہتی تھی جن کے جنازہ نے لوگوں کو حیران کر دیا۔

آپ کی وصیت کے مطابق شیخ الحدیث مولانا عبدالجید فاروقی نے نماز جنازہ پڑھائی جو لیہ کی تاریخ کا بڑا جنازہ تھا۔ عاشق قرآن کو قرآن کے مہینہ رمضان میں ہزاروں حفاظ قراء، علماء نے روزہ کی حالت میں آسودہ خاک کیا اور لحد میں اتنا نے کے لیے حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم کے غلیفہ حضرت مولانا شناء اللہ نقشبندی قبر میں اُترے۔ اُن کا کہنا ہے کہ گرمی اور روزہ کی حالت میں پیاس کی شدت تھی۔ مگر جب قبر میں اُتر اتو انی ٹھنڈک اور خوشبو محسوس ہوئی کہ پیاس کی شدت اور روزہ کی کیفیت بھول گئی۔ اسے حسن اتفاق کہیے یا اللہ کی طرف سے انعام جس جگہ پرشیخ کو قبر میں یہ ہی جگہ ہے جہاں شیخ نے نیکیل حفظ کے بعد حفظ قرآن کی پہلی کلاس لگائی اور قرآن پڑھانے کی ابتداء کی تھی گویا کہ آپ کا اور آپ کے بھائی کریم بخش کا خمیر قرآن کی درس گاہ سے لیا گیا تھا کہ تدفین وہیں ہوئی ملک بھر سے نامور علمی روحانی شخصیات اکابر علماء کرام مفتیان سیاسی سماجی کارکنان تعزیت کے لیے آرہے ہیں۔

ہمارے بعد ہی ہمارے تذکرے ہوں گے
ہمارے بعد ہی محسوس اک کمی ہوگی۔



مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

”جہان دیدہ“

بیس ملکوں کا سفر نامہ

سفر نامہ وہ بیانیہ ہے جسے مسافر سفر کے دوران یا منزل پہنچ کر اپنے تجربات اور مشاہدات کی مدد سے تحریر کا جامد پہناتا ہے اور اپنی گزری ہوئی کیفیات سے دوسروں کو واقف کرتا ہے۔ راہ میں پیش آنے والے اپنے تحریر، استحباب اور اخ طراب کو اس طرح سے قلم بند کرتا ہے کہ پڑھنے والے کے سامنے نہ صرف پوری تصویر آ جاتی ہے بلکہ اس مقام سے متعلق تمام معلومات مع تفصیل اس کے علم اور آگئی میں اضافہ کر دیتی ہیں۔ ”جہان دیدہ“ بھی ایسا ہی ایک سفر نامہ ہے جو شیعۃ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی مدظلہ کے سفر ناموں کا پہلا مجموعہ ہے جو بیس ملکوں کے سفر کی تفصیل اور روایتاد پر مشتمل ہے۔ قتل ازیں آپ ان صفات پر حضرت مفتی صاحب کا سفر نامہ ”سفر در سفر“ پڑھ پکھے ہیں جسے قارئین نے بہت پسند کیا۔ اب قسط وار ”جہان دیدہ“ شائع کیا جا رہا ہے جو نہایت دلچسپ اور اپنے اندر پیش کیا گئی معلومات کا خزینہ لئے ہوئے ہے، امید ہے قارئین پسند کریں گے اور یہ سلسلہ ان کے علم و عمل میں اضافے کا باعث بنے گا۔ انشاء اللہ

ایک عجیب ایمان افروز واقعہ

حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت عبداللہ بن جابر کے مزارات کے ساتھ اسی صدی میں ایک عجیب و غریب ایمان افروز واقعہ رونما ہوا جو آج کل بہت کم لوگوں کو معلوم ہے۔ یہ واقعہ میں نے پہلی بار جناب مولانا ظفر احمد صاحب انصاری مدظلہ سے سنتا تھا۔ پھر بغداد میں وزارتِ اوقاف کے ڈائریکٹر تعلقات امہ

جناب خیر اللہ حدیثی صاحب نے بھی اجمالاً اس کا ذکر کیا۔

یہ 1929 کا واقعہ ہے۔ اس وقت عراق میں بادشاہت تھی۔ حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت عبداللہ بن جابر کی قبریں اس وقت یہاں (دجلہ اور مسجد سلمان) کے درمیان کسی جگہ واقع تھیں۔

1929 بادشاہ وقت نے خواب میں دیکھا کہ حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت عبداللہ بن جابر اس سے فرمائے ہیں کہ ہماری قبروں میں پانی آ رہا ہے، اس کا مناسب انتظام کرو۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ دریائے دجلہ اور قبروں کے درمیان کسی جگہ گہری کھدائی کر کے دیکھا جائے کہ دجلہ کا پانی اندروں طور پر قبروں کی طرف رس رہا ہے یا نہیں۔ کھدائی کی گئی لیکن پانی رنسنے کے کوئی آثار نظر نہیں آئے۔ چنانچہ بادشاہ نے اس بات کو ایک خواب سمجھ کر نظر انداز کر دیا۔

لیکن اس کے بعد پھر (غالباً ایک سے زیادہ مرتبہ وہی) خواب دکھائی دیا جس سے بادشاہ کو بڑی تشویش ہوئی اور اس نے علماء کو جمع کر کے ان کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا۔ ایسیا یاد پڑتا ہے کہ اس وقت عراق کے کسی عالم نے بھی بیان کیا کہ انہوں نے بھی یعنیہ یہی خواب دیکھا ہے۔ اس وقت مشورے اور بحث و تحقیص کے بعد رائے یہ قرار پائی کہ دونوں بزرگوں کی قبر مبارک کو کھول کر دیکھا جائے اور اگر پانی وغیرہ آ رہا ہو تو ان کے جسموں کو منتقل کیا جائے۔ اس وقت کے علماء نے بھی اس رائے سے اتفاق کر لیا۔

پونکہ قرون اولیٰ کے دو ظیم بزرگوں اور صحابہ رسول ﷺ کے صحابہ کی قبروں کو کھولنے کا تاریخ میں پہلا واقعہ تھا اس لیے حکومتِ عراق نے اس کا بڑا ایڈ بودست اہتمام کیا، اس کے لئے ایک تاریخ مقرر کی گئی تاکہ لوگ اس عمل میں شریک ہو سکیں۔ اتفاق سے وہ تاریخ ایام حج کے قریب تھی، جب اس ارادے کی اطلاع چحاڑ پہنچی تو وہاں حج پر آئے ہوئے لوگوں نے حکومتِ عراق سے درخواست کی کہ اس تاریخ کو قدرے موخر کر دیا جائے تاکہ حج سے فارغ ہو کر جو لوگ عراق آنا چاہیں وہ آ سکیں۔ چنانچہ حکومت عراق نے حج کے بعد ایک تاریخ مقرر کر دی۔ کہا جاتا ہے کہ مقررہ تاریخ پر نہ صرف اندروں عراق بلکہ دوسرے ملکوں سے بھی خلقت کا اس قدر ازاد ہاں ہوا کہ حکومت نے سب کو یہ عمل دکھانے کے لئے بڑی بڑی اسکرینیں دور دور تک فٹ کیں، تاکہ جو لوگ براہ راست قبروں کے پاس یہ عمل نہ دیکھ سکیں وہ ان اسکرینیوں پر اس کا عکس دیکھ لیں۔ اس طرح یہ مبارک قبریں کھوئی گئیں اور ہزار ہا افراد کے سمندر نے یہ حیرت انگیز منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ تقریباً تیرہ صدیاں گزر جانے کے باوجود دونوں بزرگوں کی نعش ہائے مبارک صحیح

وسالم اور تروتازہ تھیں، بلکہ ایک غیر مسلم ماہر امراض چشم وہاں موجود تھا۔ اس نے لفٹش مبارک کو دیکھ کر بتایا کہ (ان حضرات) کی آنکھوں میں ابھی تک وہ چمک موجود ہے جو کسی مردے کی آنکھوں میں انتقال کے پچھوڑیں بعد بھی موجود نہیں رہ سکتی، چنانچہ وہ شخص یہ منظر دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔

لفٹش مبارک کو منتقل کرنے کے لئے پہلے سے حضرت سلمان فارسیؓ کے قریب جگہ تیار کر لی گئی تھی، وہاں تک لے جانے کے لئے لفٹش مبارک کو جنازے پر رکھا گیا۔ اس میں لمبے لمبے بانس باندھے گئے اور ہزار ہا افراد کو کندھا دینے کی سعادت نصیب ہوئی اور اس طرح اب ان دونوں بزرگوں کی قبریں موجود ہجگہ پر بنی ہوئی ہیں۔

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب انصاری مدظلہم کا بیان ہے کہ 1929 کا یہ واقعہ مجھے یاد ہے۔ اس زمانے میں اخبارات میں اس کا بڑا چرچا ہوا تھا اور اس وقت ہندوستان سے ایک ادبی گھر انے کا ایک جوڑا عراق گیا ہوا تھا اور ان دونوں میاں بیوی نے یہ واقعہ پچشم خود دیکھا اور غالباً بیوی نے اپنے اس سفر کی رواد ایک سفر نامے میں تحریر کی جو کتابی شکل میں شائع ہوا اور اس کی ایک کاپی حضرت مولانا مدظلہم کے پاس محفوظ ہے۔ اس سفر نامے میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس وقت کسی غیر ملکی فرم کے ذریعے اس پورے عمل کی عکس بندری بھی کی گئی تھی اور بہت سے غیر مسلم بھی یہ واقعہ خاص طور پر دیکھنے آئے تھے۔ وہ اس اثر انگیز منظر سے نہ صرف بہت متاثر ہوئے بلکہ بہت سے لوگوں نے اس منظر کو دیکھ کر اسلام قبول کیا۔

اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ اور اپنے دین کی حقانیت کے ایسے مجزے کبھی کبھی دکھلاتے ہیں۔

ہم ان کو آفاق میں بھی اور خداون کے وجود میں بھی اپنی نشانیاں دکھائیں گے تاکہ ان پر یہ بات واضح ہو جائے کہ یہی (دین) حق ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اگر عبد اللہ بن جابر حضرت جابر ہی کے صاحبزادے ہیں تو عجیب و غریب اتفاق ہے ہ حضرت معاویہ کے زمانے میں ان کے دادا کے ساتھ بھی یعنیہ اس طرح کا واقعہ پیش آ چکا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت جابر کے والد عبد اللہؓ غزوہ احمد کے سب سے پہلے شہید تھے۔ اور آنحضرت ﷺ نے ان کو حضرت عمرو بن جموج کے ساتھ ایک ہی قبرستان میں دفن فرمایا تھا۔ اس وقت مسلمانوں کی تنگدستی کا یہ عالم تھا کہ شہداء کے لئے کفن تک میسر نہ تھا پاؤں کھلے رہے جن پر گھاس ڈال دی گئی۔ اتفاق

سے یہ قبر نشیب میں واقع تھی۔ چالیس سال بعد حضرت معاویہ کے زمانے میں یہاں سیلا ب آگیا اور وہاں ایک نہر بھی نکالنی تھی۔ اس موقع پر قبر کو حضرت جابر کی موجودگی میں کھولا گیا تو دونوں بزرگوں کے اجسام بالکل صحیح و سالم اور تروتازہ تھے۔ بلکہ ایک روایت یہ ہے کہ ان کے چہرے پر جوزخم تھا ان کا ہاتھ اس زخم پر رکھا ہوا تھا۔ لوگوں نے ہٹایا تو تازہ خون بہنے لگا۔ پھر ہاتھ دوبارہ رکھا تو خون بند ہو گیا۔

(طبقات ابن سعد ص 562، 563، ج 3)



مفسر اسلام جسٹس (ر) علامہ ڈاکٹر خالد محمود انتقال کر گئے

مفسر اسلام جسٹس (ر) علامہ ڈاکٹر خالد محمود ماچستر میں انتقال کر گئے ان کی عمر 95 سال تھی۔ آپ سابق جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان رہے اور کئی دینی کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ علامہ ڈاکٹر خالد محمود کی رحلت امت مسلمہ کے لیے بڑا سانحہ ہے آپ نے زندگی بھر قادیانی فتنہ کے تعاقب میں جو علمی خدمات سرانجام دیں وہ بہت بڑا اثاثہ ہے آپ کی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے خدمات قابل خیر اور آپ کی زندگی علماء کیلئے مشعل راہ ہے، آپ کی نماز جنازہ ماچستر میں آدا کی گئی اور وہیں تدفین ہوئی۔ کوویڈ 19 کی پابندیوں کے باوجود سیکڑوں افراد نے شی جامع مسجد اور سدرن سسٹری ماچستر میں الگ الگ نماز جنازہ میں شرکت کی۔ ادارہ حضرتؐ کی گراں قدر دینی خدمات کا معرفت ہے اور انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے، آپ کی خدمات ہمیشہ یاد کھی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جیل عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

ادارہ کے اکاؤنٹنٹ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔

جامعہ دارالعلومی لاہور کے مرکزی اکاؤنٹنٹ جناب بھائی محمد طارق صاحب رمضان کے مبارک مہینے میں خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی ادارے کے لئے بے شمار خدمات ہیں، ادارہ دعا گو ہے کہ باری تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے، خطاؤں سے درگزرفرماتے ہوئے درجات بلند فرمائے ادارے کے لئے آپ کی خدمات کو قبول فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جیل عطا فرمائے۔ آمین

از "حاجی صاحب نمبر"

مرتب: مولانا محمد ذکریا

سوانح حضرت حاجی عبدالوہاب صاحبؒ

مجد تبلیغ حضرت حاجی عبدالوہاب صاحبؒ کی ساری زندگی جهد مسلسل سے عبارت ہے۔ آپ نے اپنی حیات متعارکی سات مہائیاں دین کی اشاعت اور تبلیغ کی محنت میں وقف کر دیں۔ حاجی صاحب کی جدائی یقیناً ایک عظیم قومی سانحہ ہے اور یہ ایسا خلا ہے جو شاید کبھی پڑنے ہو سکے، لیکن قدرت کے فیصلوں کے آگے کون ٹھہر سکتا ہے، آخر سب کو جانا ہے اور جانے والے کبھی واپس نہیں آتے، ہال ان کی حسین یادیں یہیں ہماری زندگی کا حصہ بن جاتی ہیں۔

ان کے انتقال کے بعد یہ بات شدت سے محبوس ہوئی کہ ان کے حقیقی احوال و واقعات مجتمع ہو جائیں تاکہ ان کی سیرت و کردانی کے درخواست پہلوامت کے سامنے آسکیں اور ان کی زندگی کا مطالعہ کر کے لوگوں کو بھی اپنی زندگی کا رجسٹر متعین کرنے میں مدد مل سکے۔ اسی مقصد کے پیش نظر جامعہ کے شعبہ نشر و اشاعت نے حضرت حاجی صاحبؒ کے سوانح حیات، دینی و تبلیغی خدمات، تقسیم ہند سے قبل اور بعد کے تباہی حالات و واقعات کو خوبصورت انداز میں بکھارنے کا یہڑا اٹھایا اور مختصر عرصے میں تقریباً سات صفحات کی ضخیم کتاب تیار ہو گئی جو محمد اللہ چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے، جس کی طباعت اول ہاتھوں ہاتھ بک بھی گئی ہے اب اس کی طباعت ثانی پر کام جاری ہے، قارئین کے فائدے اور دلچسپی کے لئے اسے "ماہنامے" میں قسط و ارشائی کیا جائے گا۔ امید ہے قارئین اسے پسند فرمائیں گے۔

حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن کا نذر حلویؒ

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے انتقال کے بعد سب سے بڑا مسئلہ جس کی نزاکت اور

اہمیت کا احساس ہر درد اور فکر رکھنے والے کو ہو رہا تھا پیش آگیا، مولانا کی نیابت کا کام آسان نہ تھا، اس کے لیے وہی جگر رکھنے والا چاہئے تھا جو ذہنی و اور قلمی حیثیت سے مولانا ہی کی طرح تبلیغی دعوت سے تعلق رکھتا ہوا اور شروع ہی سے سفر و حضر میں ساتھ رہا ہو، اس لحاظ سے نظریں مولانا انعام الحسن صاحب پر پڑ رہی تھیں، جو مولانا یوسف صاحب[ؒ] کے بچپن سے ہمہ وقت کے ساتھی اور دست راست ایک بڑے عالم و فاضل شخصیت کے مالک حضرت مولانا الیاس صاحب کے معتمد علیہ مجاز اور تبلیغی دعوت کے درحقیقت دماغ ہیں، مولانا محمد یوسف صاحب[ؒ] نے ہمیشہ ان ہی کے مشورہ سے کام کیا اور ان کی رفاقت و صحبت، مشوروں اور آراء پر اطمینان اور اعتماد رکھا۔

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ نے کام کو دیکھتے ہوئے فرمایا کہ کام کرنے والوں کو اگر اعتماد اور بھروسہ ہو سکتا ہے تو مولانا انعام الحسن صاحب[ؒ] کی ذات پر ہو سکتا ہے، مشورہ سے ان کو مولانا محمد یوسف صاحب[ؒ] کا نائبِ دعویٰ کام کا ذمہ دار اور امیر بنادیا، اور پھر عمومی اعلان ہو کر بحیثیت جانشین آپ نے لوگوں کو بیعت کیا۔

حضرت شیخ کے اظہار اطمینان و اعتماد اور دعوت و تبلیغ کی ذمہ داریاں سپرد کرنے کے بعد آپ نے بڑی جو اس مردی کے ساتھ ان تمام دعویٰ تقاضوں کو پورا فرمایا جو ایک امیر اور جانشین کی حیثیت سے آپ کے کاندھوں پر آگئے تھے، زیادہ سے زیادہ جماعتوں کی نقل و حرکت اور نئے اجتماعات کی تاریخیں طے کرنے کے ساتھ ساتھ ان تمام اجتماعات میں آپ نے شرکت فرمائی جن کو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب اپنی حیات میں طرف رکھنے تھے، اس معاملہ میں آپ نے اپنی طبیعت کے ضعف اور نئتی مخالفوں کی بھی پروادا نہیں فرمائی۔

بہر حال حضرت جی ثالث مولانا انعام الحسن صاحب[ؒ] نے دعوت کے عمل کو خوب و سمعت دی اور پھیلاو کے ساتھ ساتھ جماو پیدا کرنے کے لیے انتہک جد و جهد فرمائی اور نئی انجمنوں کو احسن طریقے سے سلسلہ جمایا اور نئے مسائل کو خوب حل فرمایا اور جدید و قدیم کارکنان اور مختلف طبقات کی کامل اجتماعیت کو اصول و آئین کے دائرے میں برقرار رکھتے ہوئے اور صبر و تحمل اور حسن تدبیر کے ساتھ نجھاتے ہوئے منزل مقصود کی طرف رواں دوال رہے، یہاں تک کہ پیغامِ اجل آپنچا اور اپنے رب سے ۱۹۹۵ء کو جا ملے۔

(رحمہ اللہ رحمۃ الواسعة)

گلوں کو دیکھ لے جی بھر کے بلبل
خبر کیا پھر بہار آئے نہ آئے

پاکستان میں امارتی نظام:

جہاں تک وطن عزیز ملک پاکستان میں تبلیغی جماعت کے امراء حضرات کا تعلق ہے تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ قیامِ پاکستان ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کے معا بعد جب یہاں دعوت و تبلیغ کا کام شروع ہوا اور دو تین سال بعد اس نے اپنا استحکام پکڑا تو اس وقت اس کام کو مزید منظم شکل دینے کے لیے ۲۳ دسمبر ۱۹۹۵ء کراچی میں حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ اور پرانے تبلیغی احباب کے باہمی مشورہ اور اجازت سے محترم جناب الحاج بھائی محمد شفیع قریشی صاحب رحمہ اللہ تبلیغی جماعت پاکستان کا پہلا امیر مقرر کیا گیا اور رائے و نڈ کو تبلیغی مرکز طے کیا گیا۔

تبلیغی جماعت پاکستان کے پہلے امیر:

بھائی الحاج محمد شفیع قریشی صاحب رحمہ اللہ بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمہ اللہ کے قریبی ساتھیوں اور تبلیغی جماعت کے پرانے اور فعال احباب میں سے تھے۔ آپؒ کی پیدائش غیر منقسم ہندوستان میں ۱۹۰۳ء میں ہوئی۔ قیامِ پاکستان کے بعد آپؒ نے پاکستان کی طرف ہجرت کی اور راولپنڈی میں سکونت اختیار کی۔ آپؒ کی قیام گاہ مدرسہ عربیہ تبلیغی مرکز زکریا مسجد راولپنڈی سے بالکل متصل واقع ہے۔ آپؒ نے سڑسٹھ سال عمر پائی اور ۱۹۵۰ء سے لے کر اپنی وفات موڑنے ۱۹ دسمبر ۱۹۷۱ء تک تقریباً اکیس سال تک مسلسل تبلیغی جماعت پاکستان کے امیر اول کی حیثیت سے اپنی خداداد صلاحیتوں کے بل بوتے پر بڑی محنت و جال فشانی کے ساتھ تبلیغی جماعت پاکستان کی امارت کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور جماعت کے کام کو آگے بڑھاتے رہے۔

آپؒ نے ۱۹ دسمبر ۱۹۷۱ء کو پشاور سے آگے ”کھجوری“ کے علاقہ ”کھوئی“ میں ایک سر روزہ تبلیغی اجتماع میں وفات پائی۔ اور مدرسہ عربیہ تبلیغی مرکز زکریا مسجد راولپنڈی کے عین متصل اپنے ہی گھر کے ایک وسیع احاطے میں آپؒ کی تدفین عمل میں آئی۔

تبیغی جماعت پاکستان کے دوسرے امیر

تبیغی جماعت پاکستان کے پہلے امیر بھائی الحاج محمد شفیع قریشی صاحب[ؒ] کی وفات کے بعد ۱۹۷۱ء میں بھائی الحاج محمد بشیر صاحب[ؒ] گوشئے سے تبلیغی جماعت پاکستان کا دوسرا امیر مقرر کیا گیا۔ بھائی الحاج محمد بشیر صاحب[ؒ] استاذ محترم شیخ الحدیث حضرت محمد احسان الحنفی صاحب دامت برکاتہم کے والد بزرگوار اور حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف کاندھلوی[ؒ] کے ساتھیوں میں سے تھے۔ آپ[ؒ] کی پیدائش ۱۹۱۹ء کو ہوئی۔

مغلیہ دور کے خاتمه کے بعد حاجی محمد بشیر صاحب[ؒ] نے جب مسلمانوں کی شکست اور ریخت اور ان کی زبوں حالی اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کی تو آپ[ؒ] کو مسلمانوں کی صلاح و فلاح اور ان کی رشد و ہدایت کی سخت فکر لاحق ہوئی۔ آپ[ؒ] اس کا علاج سوچنے لگے کہ کس طرح مسلمانوں میں دین و مذہب، اسلامی تعلیمات اور فکر و سلامتی کی شمع روشن کی جائے اور انہیں واپس اپنے حقیقی مشن اور اصلی کام پر واپس لایا جائے؟ اس وقت آپ[ؒ] وہی میں رہتے تھے۔ کسی نے آپ[ؒ] کو بتایا کہ یہاں ایک بزرگ رہتے ہیں مولانا محمد الیاس صاحب، انہوں نے یہاں دین کی ایک تحریک شروع کر رکھی ہے اور جمعرات کو تمام مسلمان وہاں جمع ہوتے ہیں۔ چنانچہ حاجی محمد بشیر صاحب[ؒ] وہاں چل دیئے۔ اس وقت مولانا محمد الیاس کاندھلوی[ؒ] کوفوت ہوئے چھ ماہ بیت چکے تھے۔ اب ان کی جگہ ان کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی[ؒ] وہاں موجود تھے۔ مولانا محمد یوسف کاندھلوی[ؒ] نے فرمایا کہ آپ تین دن کے لیے جماعت میں نکل جائیے! اس وقت باقاعدہ طور پر جماعت نہیں بننی تھی اور نہ ہی جماعت کے ٹھہر نے کی کوئی مناسب جگہ ہوتی تھی۔ بہر حال حاجی محمد بشیر صاحب[ؒ] کی تشقیل ہوئی اور انہیں بتایا گیا کہ فلاں جگہ جماعت چل رہی ہے آپ[ؒ] جا کر ان کے ساتھ شامل ہو جائیے۔ ایک جگہ آپ[ؒ] پہنچنے تو معلوم ہوا کہ وہاں سے جماعت چلی گئی ہے۔ پھر دوسرا جگہ پہنچنے وہاں سے بھی معلوم ہوا کہ جماعت یہاں سے چلی گئی ہے۔ پھر تیسرا جگہ پہنچنے تو بجا کر آپ[ؒ] جماعت والوں سے ملے۔ اس طرح آپ[ؒ] تین دن کے لیے نکل اور بارہ یا تیرہ دن لگ گئے۔ اور جب یہ دن لگا کر آپ[ؒ] واپس لوئے اور حضرت جی[ؒ] کو اپنی کارگزاری سنائی تو حضرت جی[ؒ] آپ[ؒ] کی اس محنت پر بہت خوش ہوئے۔ اس کے بعد حاجی محمد بشیر صاحب[ؒ] اسی طرح مسلسل دین کی محنت کرتے رہے حضرت جی[ؒ] نے بعد میں حاجی محمد بشیر صاحب[ؒ] سے فرمایا کہ: ”تمہاری یہ نصرت تمہارے لیے بہت فائدہ مند ثابت ہوئی۔“

حاجی محمد بشیر صاحب[ؒ] فرماتے تھے کہ مجھے یہ حدیث گھر بیٹھنے نہیں دیتی ہے کہ: ”ایک صحیح یا ایک شام اللہ تعالیٰ کے راستے میں لگانا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے!“

حاجی محمد بشیر صاحب[ؒ] ایک مرتبہ ساتھیوں کے ساتھ گشٹ میں گئے، شام کو ساتھی گھر چلے گئے تو حاجی محمد بشیر صاحب[ؒ] مسجد میں بیٹھے دعاء مانگتے رہے اور روتے رہے۔ جب رات ہو گئی تو ساتھی دوبارہ آئے، دیکھا کہ آپ[ؒ] اسی طرح گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ کے سامنے دُعا مانگ رہے ہیں۔ جب تہجد کے وقت آ کر دیکھا تو آپ[ؒ] سر کے نیچے اینٹ کا ایک ٹکڑا کھکھا کر آرام فرم رہے تھے۔

حاجی محمد بشیر صاحب[ؒ] علامہ اقبال[ؒ] کے بڑی کثرت سے اشعار پڑھا کرتے تھے۔ بالخصوص اپنے آخری ایام میں بستر پر لیٹے لیٹے آپ[ؒ] اونچی اواز سے یہ شعر پڑھتے تھے اور روتے تھے۔

حقانی معاشرت کو لا
باطلاني معاشرت کو توڑ دے

بالآخر حاجی محمد بشیر صاحب[ؒ] اپنی زندگی کی کچھ اوپر سات بہاریں دیکھنے کے بعد بے عمر بہتر سال مورخہ ۹ جون ۱۹۹۲ء کو اس جہان فانی سے دارِ باقاء کی طرف ہمیشہ ہمیشہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ انا اللہ و انا الیہ راجعون۔

تبليغی جماعت پاکستان کے تیسرے امیر

الحج بھائی محمد بشیر صاحب[ؒ] کی وفات کے بعد ۱۹۹۲ء ہی میں حاجی عبدالوہاب صاحب[ؒ] گو جماعت کا تیسرا امیر مقرر کیا گیا۔ حاجی صاحب[ؒ] کا ۱۹۵۱ء سے لے کرتا دم واپسیں ۲۰۱۸ تک قیام رائے ونڈ مرکز میں ہی رہا۔ آپ[ؒ] ۱۹۵۱ء سے لے کر آخر عمر تک رائے ونڈ مرکز کی مختلف دعویٰ و تبلیغی ذمہ داریاں نجھاتے رہے، اسیہاں تک کہ پیغامِ اجل آپنچا اور آپ اپنے رب کے حضور پیش ہو گئے۔



دارالافتاء وتحقیق

جامعہ دارالتحقیقی لاہور

آپ کے مسائل کا حل

طلباء کو زکوٰۃ کی مدد سے انعام دینا

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ طلباء کو مدرسے میں وفاقد کے امتحان میں پوزیشن لینے کی ترغیب دیتے ہوئے انعام کا اعلان کرتا ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ کیا انعام یا انعامی رقم زکوٰۃ کی مدد سے دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

جواب:

مذکورہ صورت میں انعامی رقم زکوٰۃ کی مدد میں سے دی جاسکتی ہے، بشرطیکہ طالب علم مستحق زکوٰۃ ہوں اور نیت بھی زکوٰۃ کی ہو، کیونکہ امتحان میں پوزیشن لینے پر انعام کا اعلان کرنے سے اعلان کرنے والے پر انعام دینا واجب اور لازم نہیں ہوتا۔

جاز کیش سے رقم نکلوانے پر کٹوتی کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ جاز کیش اکاؤنٹ میں جب رقم جمع کرواتے ہیں تو فری میں جمع ہوتی ہے کوئی نیکس اور کٹوتی نہیں ہوتی لیکن جب کسی دکان سے اپنے اکاؤنٹ سے رقم

نکلواتے ہیں تو دکاندار ہزار روپے پر 20 روپے لیتا ہے گویا کہ اس نے میرے اکاؤنٹ سے ہزار روپے اپنے اکاؤنٹ میں کیے اور مجھے ایک ہزار کیش دے دیے اور 20 روپے اضافی لیے۔ کیا یہ سود ہے یا اس کی مزدوری ہے؟

جواب:

ذکورہ صورت میں جاز کیش اکاؤنٹ سے اپنی رقم نکلوانے پر دکاندار کا ہزار روپے پر 20 روپے کی کٹوتی کرنا سود نہیں بلکہ یہ اجرت ہے۔

مجوری کے تحت میزان بینک میں سیوگ اکاؤنگ کھلوانا

میں ایک خاتون دونوں پاؤں اور ایک ہاتھ سے مغذور ہوں اپنی والدہ کے ساتھ اپنے چھوٹے بھائی کے مکان میں رہتی ہوں اور بچوں کو ٹیوشن پڑھا کر گزر بسر کر رہی ہوں۔ میں نے ایک کمیٹی جو پانچ لاکھ روپے کی ہے ڈالی ہوئی ہے جو عنقریب وصول ہونے والی ہے اور یہی میری جمع پوچھی ہے۔

میرے چار بھائی، چھ بہنیں ہیں اپنی والدہ کے ساتھ ہونے کی وجہ سے سب کا آنا جانا ہمارے پاس ہی ہوتا ہے بھائی جس کے پاس رہ رہی ہوں اس کی آمدی اتنی اچھی نہیں کہ گھر پوری طرح چلا سکے جس کی وجہ سے مہماںوں کا خرچ بھی بخوبی ہی کرنا پڑتا ہے اور دور حاضر میں کا وبار میں شرکت، مضاربہت وغیرہ کا اعتماء تقریباً مفقود ہے لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ میں اپنے پانچ لاکھ روپے سے اگر مکان گروہی لے کر اسے کرائے پر دے دوں تاکہ ہر ماہ کچھ آمدی آتی رہے اور میری رقم بھی محفوظ رہے یا بینک میں جمع کرادی جائے اور وہاں سے پرافٹ وصول کیا جائے تاکہ میرا ماہانہ خرچ نکلتا رہے تو کیا گروہی پر یا بینک (میزان بینک مراد ہے) وغیرہ سے وصول کردہ یہ روپیہ میرے لیے حلال ہوگا؟

جواب:

میزان بینک ہماری تحقیق کے مطابق اگرچہ مکمل اسلامی نہیں لیکن خالص سودی بھی نہیں۔ اس لیے عام حالات میں تو اس میں سیوگ اکاؤنٹ کھلوانا جائز نہیں تاہم جس طرح کے آپ کے حالات ہیں ایسے حالات میں آپ میزان بینک کے سیوگ اکاؤنٹ میں رقم جمع کرو سکتی ہیں

ملازم میں کے لیے چند ہزار کے بدلتے حج والی سکیم کا حکم

میرے ہجے میں کچھ ملازم میں (ملازم کی بہبود) کی تنظیم کی تجویز پر ایک سکیم حج بیت اللہ کے لئے شروع کی گئی اس کے تحت مبلغ 100 روپے ماہانہ ملازم کی رضامندی سے اس کی تجویز میں سے کٹوتی ہوتی ہے۔ اس جمع شدہ فنڈ میں سے پانچ، سات یا دس ملازم (جتنے جمع شدہ فنڈ میں جائیں) ممبران کے درمیان قرعہ اندازی کے ذریعے حج پر بھیجے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک ملازم کی پانچ سال سروں باقی ہے تو اس مدت میں ریٹائرمنٹ تک اس ملازم کا نام اگر قرعہ اندازی میں حج کیلئے نکل آئے تو وہ 6000 روپے کے بدلتے تقریباً تین لاکھ تک کے حج کا فائدہ حاصل کرے گا، لیکن اگر اس کا نام پانچ سالوں میں حج کے لئے نہ نکلا تو اس کی رقم واپس نہیں ہوگی بلکہ 6000 روپے اسی سکیم میں رہیں گے جو آئندہ کے لئے دوسرے ممبران کے کام آئے گی (یعنی حج کے لئے) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شرعاً میں اس کا نمبر بن جاؤ؟

جواب:

مذکورہ سکیم جوئے کی ایک صورت ہے کیونکہ اگر قرعہ اندازی میں نام نکل آیا تو چند ہزار میں وہ شخص حج کر لے گا اور اگر قرعہ اندازی میں نام نہ نکلا تو یہ چند ہزار بھی ضائع جائیں گے، لہذا اس سکیم میں شامل ہونا جائز نہیں ہے۔

میسح میں لکھی ہوئی آیات و احادیث کو مٹانا

1۔ میرے پاس ایک دفعہ یوں میسح آیا۔ گفار کی سازش! آپ کو اکثر یہ میسح آتا ہوگا کہ قرآنی آیات والے میسح send نہ کیا کریں کیونکہ میسح Delete ہوجاتے ہیں اور قیامت کی نشانی ہے کہ مسلمان قرآن کو خود مٹائے گا۔ اگر قرآنی آیات اور احادیث کے ایس ایم ایس صرف اس لیے نہ بھیجے جائیں کہ Delete ہوجاتے ہیں تو پھر قرآنی آیات مدرسون میں بورڈ پر لکھ کر بھی تو مٹادی جاتی ہیں۔ ٹی پر Display ہونے کے بعد بھی تو غائب ہوجاتی ہیں۔ کمپیوٹر سے مکمل قرآن بھی Delete ہوجاتے ہیں۔ قیامت کی نشانی لفظ مٹانا نہیں بلکہ علم اٹھانا ہے۔ پلیز پلیز قرآن آیات (یعنی ترجمہ) اور مستند احادیث کو پھیلائیں اور

اسلام سے روکنے والوں کی سازش کونا کام بنادیں plz Frwd to All muslims
 میتھج جب سے پڑھا ہے طبیعت پر بوجھ سا ہے کہ کیا بات صحیح ہے۔ (خود تو بندہ توجہ نہ دے لیکن جب دوسراے اس کے بارے میں پوچھتے ہیں تو خیال آتا ہے کہ درست بات تو پتا ہونا چاہیے)۔

جواب:

۱- میتھج میں لکھی آیات و احادیث کو ضرورت کے موقع پر مٹانے کی گنجائش ہے۔

نابالغ بچیوں کے ستر کا حکم

سوال: کیا دس سال سے کم عمر بچیوں اور بچوں کے لیے ستر عورت کا ڈھانپنا ضروری ہے تو کس حد تک ہے؟ اور اگر اجازت ہے تو کس حد تک ہے؟ کس ستر عورت کھلارہ ہے۔

نوٹ: سوال کا پس منظر یہ ہے کہ مسجد میں بچیاں پڑھنے کے لیے آتی ہیں، تو وہ اس طرح کے لباس میں ہوتی ہیں جب کچھ کہیں تو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نابالغ بچیوں کے لیے گنجائش ہے۔

جواب:

۱- جو بچے / بچیاں چار سال سے کم عمر ہوں انکا کوئی ستر نہیں۔

۲- جو بچے / بچیاں چھ سال کی عمر میں ہوں یا اس سے زائد ان کو پابند کیا جائے کہ وہ پورا لباس پہن کر آئیں، جس میں ٹانگیں اور بازو چھپے ہوئے ہوں۔



* * * قارئین کرام کے نام ! *

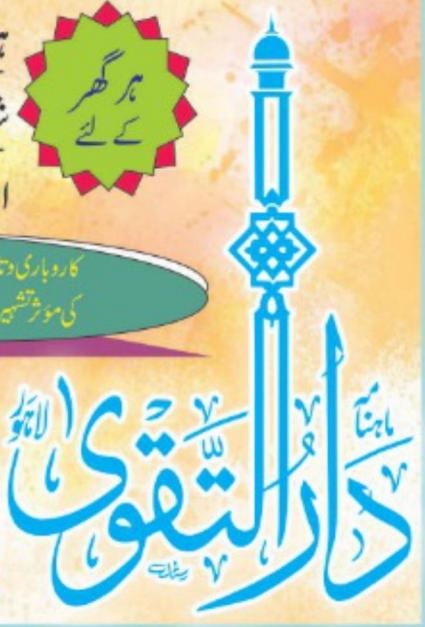
بحمد اللہ تعالیٰ "ماہنامہ دارالتفوی" مسلسل اشاعت کی نوبھاریں دیکھ پڑا ہے۔ آپ حضرات کی طرف سے "ماہنامے" کی ترویج و ترقی کیلئے دعاوں کے ساتھ ساتھ بھرپور عملی تعاون پر ادارہ آپ کام منون ہے اور پر امید ہے کہ آپ پہلے سے ہدھ کر اپنے حلقہ احباب اور اعزہ و اقرباء کو ترغیب کے ذریعے "ماہنامہ" کے مستقل قاری بنا نے کی کوشش جاری رکھے ہوئے ہوں گے۔ آپ کا عملی خیر کے پیغام کو درستون تک پہنچانے کا ذریعہ بن کر "تعاون و نواعلی البر والتفوی" اور "امر بالمعروف و نهی عن المنکر" پر مبنے والے اجر و جزا کا سبب ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ آپ ایک سے زائد رسالے جاری کرو اکر اپنے مرحوم والدین، رشتہ دار، اساتذہ اور جملہ مرحوئین کے ایصال و ثواب کا مستقل بندوبست فرمائے ہیں۔

ہماری روز اول سے یہ کوشش رہی ہے کہ رسالے کے معیار کو بہتر سے بہتر بنایا جائے، جو مواد منتخب کیا جائے وہ مستند ہونے کے ساتھ ساتھ قارئین کی دنیا و عین کے لئے نافع بھی ہو اور عملی پر بھی انجام رے۔ اس معیار کو مزید بہتر بنانے کے لئے ادارہ آپ کی مفید و قابل عمل تجویز کا خیر مقدم کرے گا آپ اپنی تجویز ہمیں درج ذیل پتہ پر بھیج سکتے ہیں۔

دفتر ماہنامہ دارالتفوی الہمال مسجد چوہری پارک لاہور

03005553616

email; monthlydarultaqwa@gmail.com



ہر ماہ با قاعدگی سے

شائع ہونے والا تربیتی

اصلاحی و تبلیغی رسالہ

کاروباری و تجارتی حضرات اپنے کاروبار اور مصنوعات
کی موثر تشویہ کے لئے "دارالتفوی" کا انتخاب کریں

- * آپ کے کاروبار کی مؤثر تشویہ بھی ---
- * اور باعث اجر و ثواب بھی ---
- * آج ہی اپنی کامپی بک کرائیں۔

برائے رابطہ: 03005553616

تمام شعبہ جات میں

درس نظامی بنین

درس نظامی بنات

تخصص

حفظ

سکول



آئینہ تعلیمی سال کے لئے
اس ویب سائٹ پر خود کو رجسٹر ڈکروائیں

www.darultaqwa.org

مرکزی دفتر: مکتبہ جامع مسجد الہلال، چوربی بارک، لاہور

03217771130 / 04237414665

+923222333224 darultaqwa.online@gmail.com ifta4u@yahoo.com

www.darultaqwa.org / jamiadarultaqwa Mufti Online: +923004113082

DAR UT-TAQWA (TRUST)

Muttasi Jame Masjid Al-Hilal Chouburji Park, Lahore

زیر معلومات کے لئے
بنات 0333-4312039
0322-4097054 0333-6826891

